صالحین کے ذکر کے وقت
اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے

تذکرہ اعلیٰ حضرت

بزبان صدر الشریعت





حافظ محمد عطاء الرحمن قادری ایم اے



[illegible]

[illegible]

بعنوان

تذکرۂ اعلیٰ حضرت

بزبان صدر شریعت

○ حافظ محمد عطاء الرحمن قادری ایم اے

مکتبۂ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ سستا ہوٹل لاہور
Ph:7247301

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نام کتاب ——— تذکرۂ اعلیٰ حضرت بزبان صدر الشریعہ

مؤلف ——— حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری
ایم-اے، ڈپلومہ عربی زبان وادب

پروف ریڈنگ ——— محمد جہانگیر بابر

سنِ اشاعت ——— شعبان المعظم 1424ھ
اکتوبر 2003ء

ہدیہ ——— 30روپے

ناشر ——— مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور

ملنے کا پتہ

مکتبہ اعلیٰ حضرت

دربار مارکیٹ ستا ہوٹل لاہور

Voice 7247301 Email: ajmalattari20@hotmail.com

نوٹ:- سرورق پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کے مزارات کی تصویر ہے۔

فہرست عنوانات

فہرست حواشی

انتساب

مجاہدِ اہلِ سنت، محبِ اعلیٰ حضرت
عاشقِ رسول، میرے والدِ گرامی
الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کے نام

جن کے فیضانِ تربیت سے مجھے
بزرگوں کی محبت وعقیدت نصیب ہوئی

أحب الصالحین ولست منهم
لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

خادم الصلحاء
محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی عفی عنہ

تقریظ

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت مجاہدِ ملت

مولانا علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ

امیر جماعت رضائے مصطفیٰ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ وصحبہٖ اجمعین

اما بعد! عزیزم مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن سلمہ الرحمٰن (جل جلالہ) کی پہلی تصنیف ''سیرت صدر الشریعہ'' کے بعد ان کی دوسری نئی تصنیف ''تذکرۂ اعلیٰحضرت بزبان صدرِ شریعت'' ماشاء اللہ ''نقش ثانی بہتر از نقش اول'' کا مصداق ہے۔ مولیٰ تعالیٰ بوسیلہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء حافظ صاحب موصوف کے علم وعمل عمر وصحت اور جذبۂ تبلیغ وتحریر میں مزید برکت فرمائے اور ان کے والد صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ جن کی تعلیم وتربیت اور دعاؤں سے انہیں حافظ صاحب جیسی صاحب علم وعمل صالح اولاد نصیب ہوئی۔ آمین ثم آمین۔

حافظ صاحب موصوف کی یہ سعادت وخوش نصیبی ہے کہ جنہیں حضور اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعت رحمۃ اللہ علیہما جیسی اکابر شخصیات کی عقیدت ومحبت اور ان کے افکار وتحقیقات مبارکہ کی تبلیغ واشاعت کی توفیق میسر ہوئی۔ سچ ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۳-۶-۱۴۲۴ھ

تقریظ

پیر طریقت، رہبر شریعت، فخر اہل سنت، خطیب ملت

حضرت علامہ الٰہی بخش قادری ضیائی مدظلہ

خلیفۂ مجاز حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ

اعلیٰ حضرت، امامِ اہل سنت، عظیم البرکت، مجدد دین و ملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ عالمِ اسلام کی بے مثال عبقری شخصیت تھے۔ اگرچہ آپ کے زمانے سے لے کر اب تک مخالفین نے آپ کی ذات پر بڑے بڑے کثیف پردے ڈالے ہیں مگر بفضلہ تعالیٰ اب گذشتہ چند سالوں سے ایسی علمی و تحقیقی شخصیات ابھر رہی ہیں جو ان تمام مصنوعی پردوں کو چاک کر کے آپ کی زندگی کے مختلف گوشوں کو سامنے لا رہی ہیں۔ جن سے مخالفین اپنے مذموم مشن میں ناکام ہو رہے ہیں۔ اُن شخصیات میں صاحب دل، صاحب نظر اور صاحب علم حضرت مولانا قاری محمد عطاء الرحمٰن قادری بڑے پاکیزہ جذبے سے شامل ہیں۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

بفضلہ تعالیٰ اہلِ سنت و جماعت سے جمود ٹوٹ رہا ہے اور مستقبل قریب میں ان شاء اللہ العزیز نوجوان قلمکاروں کی فوج تیار ہو گی اور یوں اعلیٰ حضرت کی ذات نکھر کر، ابھر کر سامنے آئے گی۔ قبل از وقت ایسے تمام قلمکاروں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب مکرم کے صدقے انہیں اور جذبہ عطا فرمائے۔

آمین۔

راقم الحروف

الٰہی بخش قادری

(قلم برداشتہ) 25-08-2003

تقریظ

محسن اہل سنت، صاحب تصانیف کثیرہ، استاذ العلماء

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری برکاتی مدظلہ

ناظم تعلیم و تربیت جماعت اہل سنت پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز محترم مولانا عطاء الرحمٰن زید مجدہ ایم اے ایجوکیشن موجودہ دور کے مثالی صالح نوجوانوں میں سے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں مطالعہ، تحقیق اور تصنیف و تالیف کا ایسا ذوق عطا فرمایا ہے جو ملتِ اسلامیہ کے ہر نوجوان میں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ایسے باصلاحیت نوجوان بکثرت پیدا فرمائے۔

انہوں نے ایم اے ایجوکیشن میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مولانا محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت رحمہ اللہ تعالیٰ پر مقالہ لکھا تھا جو بعد ازاں کتابی صورت میں چھپ گیا۔

اب انہوں نے ایک دوسرا مقالہ ''تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبان صدر شریعت'' تیار کیا ہے اور اس میں بھی اپنا معیار تحقیق برقرار رکھا ہے۔

صدر الشریعہ ہی کے ایک قابل صد فخر شاگرد محدث اعظم مولانا ابو الفضل محمد سردار احمد چشتی قادری قدس سرہ پر ایک کتاب بھی لکھ رہے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بھی ان کی جدوجہد کا شاہکار ہو گی۔

مولائے کریم ان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کے علم و قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد عبدالحکیم شرف قادری

آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ

لالہ زار فیز ٹو رائیونڈ روڈ لاہور

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۴ھ

حرفے چند

جن دنوں راقم الحروف پنجاب یونیورسٹی میں حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی کی تعلیمی خدمات کے موضوع پر مقالہ تحریر کر رہا تھا۔ یہ خیال بار بار ذہن میں آیا کہ حضرت صدر الشریعہ نے طویل عرصہ اپنے شیخِ طریقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی خدمت میں گزارا لہٰذا کہیں نہ کہیں ضرور اپنے شیخِ طریقت کا ذکر فرمایا ہوگا۔ ڈھونڈنے پر چند واقعات مل گئے جو حضرت صدر الشریعہ نے بہارِ شریعت اور فتاویٰ امجدیہ وغیرہ میں بیان کیے تھے۔ انہیں ترتیب دے کر ''تذکرہ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدر شریعت'' کے عنوان سے جریدۂ حمیدہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں شائع کروادیا۔ علماء و عوام اہلِ سنت نے اسے بے حد پسند کیا۔ اس پسندیدگی اور پذیرائی کا ثبوت یہ ہے کہ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ میں شائع ہونے کے بعد اسے ''نور الحبیب، بصیر پور'' پھر ماہنامہ معارف رضا، کراچی' نے اپنے سالنامے میں شائع کیا۔

جستجو جاری رکھی اور مختلف کتب سے حضرت صدر الشریعہ کے بیان کردہ واقعات جمع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ زیرِ نظر تذکرہ تیار ہوگیا۔ اس کے مستند ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسے اس شخصیت نے بیان کیا ہے جو گیارہ برس صبح و شام اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر رہی۔ یوں اسے اعلیٰ حضرت کی حیاتِ مبارکہ کے موضوع پر بنیادی ماٰخذ کی حیثیت حاصل ہے۔

یہ کتاب باقاعدہ سوانح نہیں، تذکرہ ہے اور اہلِ علم سوانح اور تذکرہ میں فرق سے بخوبی آگاہ ہیں پھر بھی سوانح کی کمی کو کسی حد تک پورا کرنے کے لئے ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا مرتبہ ''امام احمد رضا کے ماہ و سال'' اور راقم الحروف کا تحریر کردہ ''حضرت صدر الشریعہ ایک نظر میں'' ابتداء میں شامل کیا گیا ہے۔

کتاب کی تحریر میں کوشش کی ہے کہ قارئین اور حضرت صدر الشریعہ کے درمیان بلاوجہ حائل نہ ہوں البتہ جہاں ضرورت محسوس کی وہاں وضاحت تحریر کر دی ہے۔ ضروری مقامات پر حواشی بھی لکھے ہیں اور ان کے ماٰخذ کی نشاندہی کر دی ہے۔ الغرض اس تذکرہ کو سجانے اور سنوارنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔ اب یہ فیصلہ قارئین پر ہے کہ اس کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں۔

علماء و عوامِ اہلِ سنت سے التماس ہے کہ وہ زیرِ نظر کتاب پڑھیں، احباب کو پڑھائیں بلکہ اپنے حلقۂ احباب میں سنائیں کیونکہ بموجب حدیث شریف عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ نیکوں کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ مولائے کریم بطفیل نبی عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم یہ کتاب میرے لئے، میرے اساتذہ، والدین، احباب اور تمام مسلمانوں کے لئے دینی و دنیوی فلاح کا باعث بنائے، نیز اس کتاب کا مطالعہ کر کے اپنے اسلاف کی سیرت و کردار سے آگاہی حاصل کرنے اور ان کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

۶ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
خطیب جامع مسجد گلزار حبیب
ای بلاک سبزہ زار، لاہور
فون: 7843138 (042)

۲۲۱ الجنت ٹاؤن نزد حسین آباد
پی-او ٹھوکر نیاز بیگ رائے ونڈ روڈ
لاہور۔ فون: 5320332 (042)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ماہ و سال

مرتب: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

ولادت باسعادت	10 شوال 1272ھ/14 جون 1856ء
ختم قرآن کریم	1276ھ/1860ء
پہلی تقریر	ربیع الاول 1278ھ/1861ء
پہلی عربی تصنیف	1285ھ/1868ء
دستار فضیلت بعمر تیرہ سال دس ماہ پانچ دن	شعبان 1286ھ/1869ء
آغاز فتویٰ نویسی	14 شعبان 1286ھ/1869ء
آغاز درس و تدریس	1286ھ/1869ء
ازدواجی زندگی	1291ھ/1874ء
فرزند اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت	ربیع الاول 1293ھ/1875ء
فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت	1293ھ/1876ء
بیعت و خلافت	1294ھ/1877ء
پہلی اردو تصنیف	1294ھ/1877ء
پہلا حج اور زیارت حرمین شریفین	1295ھ/1878ء
شیخ احمد بن زین بن دحلان مکی سے اجازت حدیث	1295ھ/1878ء
مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن السراج سے اجازت حدیث	1295ھ/1878

شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازت حدیث	1295ھ/1878ء
احمد رضا کی پیشانی میں شیخ موصوف کا مشاہدۂ انوار الٰہیہ	1295ھ/1878ء
مسجد خیف مکہ معظمہ میں بشارت مغفرت	1295ھ/1878ء
زمانہ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ	1298ھ/1881ء
تحریک ترک گاؤکشی کا سدِ باب	1298ھ/1881ء
پہلی فارسی تصنیف	1299ھ/1882ء
اردو شاعری کا شاہکار "قصیدۂ معراجیہ" کی تصنیف	قبل 1303ھ/1885ء
فرزند اصغر مفتی اعظم ہند، محمد مصطفیٰ رضا خاں کی ولادت	22 ذی الحجہ 1310ھ/1892ء
ندوۃ العلماء کے جلسۂ تاسیس (کانپور) میں شرکت	1311ھ/1893ء
تحریک ندوہ سے علیحدگی	1315ھ/1897ء
مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ تحقیق	1316ھ/1898ء
قصیدۂ عربیہ "آمال الابرار و آلام الاشرار" کی تصنیف	1318ھ/1900ء

ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت	رجب 1318ھ/1900ء
علمائے ہند کی طرف سے خطاب "مجدد مائۃ حاضرہ"	1318ھ/1900ء
تاسیس دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی	1322ھ/1904ء
دوسرا حج اور زیارتِ حرمین طیبین	1323ھ/1905ء
امام کعبہ شیخ عبداللہ مرداد اور انکے استاذ شیخ حامد محمد احمد جداوی مکی کا مشترکہ استفتاء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب	1324ھ/1906ء
علمائے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے نام سنداتِ اجازت و خلافت	1324ھ/1906ء
کراچی آمد اور مولانا عبدالکریم درس سندھی سے ملاقات	1324ھ/1906ء
احمد رضا کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراج عقیدت	1325ھ/1907ء
شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا اعتراف مجددیت	14 ربیع الاول 1330ھ/1912ء
قرآن کریم کے اردو ترجمہ "کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن"	1330ھ/1912ء
شیخ موسیٰ علی الشامی الازھری کی طرف سے خطاب "امام الائمۃ المجدد لہذہ الامۃ"	یکم ربیع الاول 1330ھ/1912ء

حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے خطاب خاتم الفقہاء والمحدثین	1330ھ/1912ء
علم المربعات میں ڈاکٹر سر ضیاء الدین کے مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب	قبل 1331ھ/1913ء
ملتِ اسلامیہ کیلئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان	1331ھ/1913ء
بہاولپور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور اس کا فاضلانہ جواب	1331ھ/1913ء
مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ	1331ھ/1913ء
ڈاکٹر سر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی آمد اور استفادۂ علمی	مابین 1332ھ/1914ء و 1335ھ/1916ء
انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء	1334ھ/1916ء
صدر الصدور صوبہ جات دکن کے نام ارشاد نامہ	1334ھ/1916ء
تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی	تقریباً 1336ھ/1917ء
سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق	1337ھ/1918ء
امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ۔ ایف۔ پورٹا کو شکستِ فاش	1338ھ/1919ء

آئزک نیوٹن اور آئن سٹائن کے
نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق 1338ھ/1919ء
ردِّ حرکتِ زمین پر 105 دلائل اور
فاضلانہ تحقیق 1338ھ/1920ء
فلاسفۂ قدیمہ کا ردِّ بلیغ 1338ھ/1920ء
دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر 1339ھ/1921ء
تحریکِ خلافت کا افشائے راز 1339ھ/1921ء
تحریکِ ترکِ موالات کا افشائے راز 1339ھ/1921ء
انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے
الزام کے خلاف تاریخی بیان 1339ھ/1921ء
وصالِ پُر ملال 25 صفر 1340ھ/28 اکتوبر 1921ء
مدیر "پیسہ اخبار" لاہور کا تعزیتی نوٹ یکم ربیع الاول 1340ھ
سندھ کے ادیب شہیر سرشار عقیلی
کا تعزیتی مقالہ 1341ھ/ستمبر 1922ء
بمبئی ہائی کورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف۔ ملا 1349ھ/1930ء
کا خراجِ عقیدت
شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال کا خراجِ
عقیدت 1351ھ/1932ء

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی سیرت و سوانح کے موضوع پر مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ فرمائیں۔
(۱) ظفر الدین بہاری، مولانا، ملک العلماء، حیاتِ اعلیٰ حضرت مکتبہ رضویہ کراچی
(۲) بدر الدین احمد قادری رضوی، مولانا، سوانح امام احمد رضا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
(۳) محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، حیاتِ مولانا احمد رضا بریلوی، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی
(۴) محمد صابر القادری نسیم بستوی، علامہ، مجدد اسلام بریلوی، رضا اکیڈمی، لاہور۔

حضرت صدرالشریعہ، ایک نظر میں

نام و نسب: محمد امجد علی بن حکیم جمال الدین بن مولانا
خدا بخش بن مولانا خیر الدین (علیہم الرحمۃ)
القاب: صدرالشریعہ، بدر الطریقہ، فقیہِ اعظم ہند
ولادت باسعادت: بمقام گھوسی سابقہ ضلع اعظم گڑھ حال ضلع مئو 1300ھ/1882ء
استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ رامپوری
ثم جونپوری کی خدمت میں بغرض تحصیل
علوم دین جونپور حاضری 1314ھ/1905ء
شیخ المحدثین علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ
الرحمۃ کی خدمت میں پہلی بھیت حاضری 1323ھ/1906ء
صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث کے درس
سے باعزاز فراغت اور اعلیٰ درجے میں کامیابی 1324ھ/1907ء
امتحان میں باعزاز کامیابی پر تحفۂ حنفیہ، ذی الحجہ 1324ھ/1907ء
پٹنہ کا خراجِ تحسین
مدرسۂ اہلِ سنت پٹنہ سے باقاعدہ
تدریس کا آغاز 1325ھ/1907ء
رئیس پٹنہ، قاضی عبدالوحید، مہتمم مدرسۂ
اہل سنت کا انتقال 1326ھ/1908ء
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سے بیعت
بمقام پٹنہ بموقعہ جنازہ قاضی عبدالوحید 1326ھ/1908ء
مدرسۂ اہلِ سنت، پٹنہ سے استعفیٰ 1326ھ/1908ء

استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ
جونپوری کا انتقال 1326ھ/ 1908ء
حکیم عبدالولی سے تحصیل علم طب کیلئے
لکھنؤ روانگی 1326ھ/ 1908ء
تحصیلِ علمِ طب سے فراغت 1328ھ/ 1910ء
گھوسی میں مطب کا آغاز 1328ھ/ 1910ء
شیخ طریقت، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی 1329ھ/ 1911ء
کی خدمت میں بغرضِ زیارت حاضری
بطور مدرس دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی
طلبی از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی 1329ھ/ 1911ء
والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین کا
بعارضہ طاعون انتقال 1330ھ/ 1912ء
اعلیٰ حضرت کی خدمت میں ترجمہ
کنزالایمان کیلئے بار بار درخواست 1330ھ/ 1912ء
محافظ ایمان ترجمۂ قرآن، کنزالایمان کا آغاز 1330ھ/ 1912ء
معرکۃ الآراء محققانہ رسالہ ''قامع
الواھیات من جامع الجزئیات'' (بزبان
عربی) کی تالیف 1331ھ/ 1913ء
چاروں سلاسلِ تصوف کی اجازت و
خلافت از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی 1333ھ/ 1915ء
بہارِ شریعت کی تحریر کا آغاز 1334ھ/ 1916ء

شیخ المحدثین حضرت علامہ وصی احمد
محدث سورتی کا انتقال 1334ھ/ 1916ء
تاریخی مناظرے کے لئے رنگون روانگی 1336ھ/ 1917ء
فرزند ارجمند علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری
کی ولادت 1336ھ/ 1918ء
زیارت حرمین شریفین و حج بیت اللہ کیلئے
سرزمین مقدس روانگی 1337ھ/ 1919ء
مدینہ منورہ میں پوری شب تنہائی میں
بارگاہِ رسالت کی حاضری 1337ھ/ 1919ء
حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین
مدنی علیہ الرحمۃ سے ملاقات 1337ھ/ 1919ء
بخیر و عافیت وطن واپسی اور حضرت صدر
الشریعہ کے استقبال کیلئے علالت کے باوجود
اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تشریف آوری 1338ھ/ 1919ء
اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کا انتقال پُرملال 1339ھ/ 1920ء
گاندھی نواز علماء سے ستر سوالات پر
مشتمل ''اتمام حجت تامہ'' کی اشاعت 1339ھ/ 1921ء
شیخ طریقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
بریلوی علیہ الرحمۃ کا وصال 1340ھ/ 1921ء

دارالعلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف کے متولی کی دعوت برائے صدر المدرسین اور مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی سفارش	1343ھ/1925ء
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان کی اجازت سے اجمیر شریف روانگی	1343ھ/1925ء
تحریک شدھی کے رد کے لئے اجمیر شریف کے اردگرد مع تلامذہ تبلیغ	1343ھ/1925ء
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصابی بورڈ میں شرکت	1344ھ/1926ء
دارالعلوم منظر اسلام بریلی مراجعت بحیثیت صدر المدرسین	1351ھ/1933ء
دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے تاسیسی اجلاس میں شرکت	1353ھ/1935ء
فرزند ارجمند محدث کبیر مولانا ضیاء المصطفیٰ مصباحی کی ولادت	1354ھ/1935ء
دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں روانگی بطور صدر المدرسین	1356ھ/1937ء
نواب حبیب الرحمان شیروانی کا خراج تحسین	1356ھ/1937ء
صاحبزادۂ اکبر مولانا حکیم شمس الھدیٰ کا سانحۂ ارتحال	1359ھ/1940ء
صاحبزادہ مولانا عطاء المصطفیٰ کا انتقال	1362ھ/1943ء

بہار شریعت کے سترھویں حصے کی تکمیل	1362ھ/1943ء
حاشیہ طحاوی شریف (بزبان عربی) کا آغاز	1362ھ/1943ء
مدرسہ مظہر العلوم، کچی باغ، بنارس روانگی بحیثیت صدر المدرسین	1363ھ/1944ء
آنکھوں کے آپریشن کی وجہ سے وطن مراجعت	1363ھ/1945ء
حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب کی عدم موجودگی میں بطور صدر المدرسین تین ماہ تدریس	شوال 1364ھ/1946ء
عرس اعلیٰ حضرت میں تحریک پاکستان کے حق میں پُر زور تقریر	1365ھ/1946ء
التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل کی تالیف	1367ھ/1948ء
وصال سے چوبیس دن قبل آخری فتویٰ	1367ھ/1948ء
دوسرے حج کے لئے جاتے ہوئے بمبئی میں بعمر 67 سال بعارضۂ نمونیہ وصال	2 ذیقعد 1367ھ/ 6 ستمبر 1948ء

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں[1]

---

[1] محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ ص 28-30 بتصرف

☆ حضرت صدر الشریعہ کی مکمل سوانح حیات سے آگاہی کیلئے "سیرت صدر الشریعہ" کا مطالعہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں صدر الشریعہ کی

پہلی حاضری

پہلی حاضری:

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مدرسۂ اہل سنت پٹنہ میں بحیثیت صدر مدرس تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یہ مدرسہ قاضی عبد الوحید صاحب نے اپنا بڑا سا مکان وقف کر کے قائم کیا تھا۔ مدرسہ کے علاوہ قاضی صاحب اپنی آمدنی کا بڑا حصہ تحفۂ حنفیہ (جو ماہنامہ مجلّہ تھا) کی اشاعت میں صرف کرتے تھے۔

قاضی صاحب کی یہی دینی خدمات اہل حق کے نزدیک کچھ اتنی مقبول تھیں کہ 1326ھ/1908ء میں جب وہ بیمار ہوئے تو عیادت کے لئے محدث سورتی[1] اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کثرت مشاغل کے باوجود تشریف لائے۔ انہی حضرات کی موجودگی میں قاضی صاحب نے وفات پائی۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور محدث صاحب نے قبر میں اُتارا۔ اسی موقعہ پر حضرت صدر الشریعہ نے پہلی مرتبہ اعلیٰ حضرت کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور بیعت ہوئے چنانچہ فرماتے ہیں۔

''اسی زمانہ میں اعلیٰ حضرت پٹنہ میں تشریف لائے تھے۔ ان کے حالات کا مطالعہ کرنے کا موقعہ ملا۔ چنانچہ ان کی جانب عقیدت پیدا ہوئے۔ دل بے اختیار ادھر مائل ہوا۔ حضرت محدث صاحب کی رائے اور مشورہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوا''۔[2]

---

[1] شیخ المحدثین حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ بلند پایہ کے محدث و مدرس تھے۔ دیگر علوم کے علاوہ چالیس سال درس حدیث دیا۔ 1334ھ میں وفات پائی۔ حضرت صدر الشریعہ، حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی، حضرت مولانا سید سلیمان اشرف، حضرت محدث کچھوچھوی اور حضرت علامہ ظفر الدین رضوی نامور تلامذہ اور حاشیہ سنن نسائی، حاشیہ طحاوی، شرح منیۃ المصلی اور جامع الشواہد مشہور تصنیفات میں سے ہیں۔

[2] عبد المنان اعظمی مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 31

دوسری حاضری:

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے بوجوہ تدریس کا سلسلہ چھوڑ کر علم طب پڑھا اور پھر مطب شروع کر دیا تھا۔ 1329ھ/ 1911ء میں جب اعلیٰ حضرت کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے تو پہلی بھیت میں اپنے استاذ محترم حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی۔ حضرت محدث سورتی کو یہ جان کر نہایت افسوس ہوا کہ ان کے لائق فائق شاگرد نے سلسلۂ درس و تدریس چھوڑ کر مطب شروع کر دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے نام ایک خط لکھ کر حضرت صدر الشریعہ کے حوالے کیا جس میں لکھا تھا کہ انہیں (حضرت صدر الشریعہ کو) خدمتِ دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔ حضرت صدر الشریعہ یہ خط لے کر بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوئے آگے کیا ہوا انہی کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

''میں جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو دریافت فرمایا مولانا کیا کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا ''مطب کرتا ہوں''۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا ''مطب بھی اچھا کام ہے العلم علمان علم الادیان و علم الابدان مگر مطب کرنے میں خرابی یہ ہے کہ صبح صبح قارورہ دیکھنا پڑتا ہے''۔ اس ارشاد کے بعد مجھے قارورہ دیکھنے سے انتہائی نفرت ہوگئی اور یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا کشف تھا کہ میں امراض کی تشخیص میں قارورہ ہی سے مدد لیتا تھا اور یہ تصرف تھا کہ قارورہ بینی سے نفرت ہوگئی''۔[1]

پھر ارشاد فرمایا کہ یہاں قیام کیجئے اور جب تک میں نہ کہوں واپس نہ جایئے اور دلبستگی کے لئے کچھ معمولی سا کام ترجمے وغیرہ کا سپرد کر دیا اور تقریباً دو ماہ قیام رہا

---

1. شریف الحق امجدی مفتی، صدر الشریعہ ایک جامع صفات، ہمہ گیر شخصیت، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 40

اور اعلیٰ حضرت سے مستفیض ہوتا رہا۔ علمی و دینی تذکرے و مذاکرے ہوتے رہے یہاں تک کہ رمضان قریب آگیا تو اپنے وطن آنے کی اجازت مانگی، فرمایا جایئے مگر جب میں بلاؤں تو فوراً چلے آیئے گا۔ مکان آنے کے بعد پھر وہی مطب اور معالجہ کا سلسلہ جاری رہا۔ مطب میں اگرچہ مریضوں کی کثرت ہوتی اور لوگوں کا فائدہ بھی ہوتا مگر اس میں جی نہ لگا۔[1]

تیسری حاضری:

بارگاہِ اعلیٰ حضرت میں حضرت صدر الشریعہ کی یہ تیسری حاضری ایسی ہوئی کہ پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ صدر الشریعہ فرماتے ہیں:۔

''پانچ چھ ماہ بعد بغرضِ تفریح لکھنؤ گیا اور وہاں سے بریلی وغیرہ بھی خطوط بھیج دیئے۔ بریلی سے یہ خط آیا کہ فوراً یہاں آجایئے۔ اس مرتبہ مدرسہ کا کچھ تعلیمی کام سپرد کیا گیا، گویا اب کہ وہاں رہنے کی پابندی ہوگئی۔ کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے کہ وہاں ایک انجمن کی بنیاد ڈالی گئی جس کا نام ''انجمن اہل سنت'' رکھا اور اس کے جملہ امور میرے سپرد کیے گئے۔

اہتمام انجمن اہل سنت وانتظام مطبع:

پھر اسی انجمن کے ماتحت ایک پریس کا اجراء کیا گیا۔ پریس کی مشین اور ضروری سامان وہاں موجود تھا۔ ندوہ کی تحریک کے خلاف کتابیں چھاپنے کے لئے پہلے سے مطبع اہل سنت قائم تھا مگر وہ بند ہو چکا تھا۔ کل ضروری سامان باقی رہ گئے۔ انہیں سے کام شروع کیا گیا۔ انجمن تو مسلمانوں کی بے توجہی سے تھوڑے دنوں کے بعد ختم

---

1. عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 30

نوٹ: حیات صدر الشریعہ دراصل حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی کے ان سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے حضرت صدر الشریعہ سے دریافت کیے تھے۔ رضا اکیڈمی لاہور نے 2001ء میں اسے شائع کیا۔

ہو گئی نہ اس میں کوئی چندہ دینے والا رہا نہ کام کرنے والا مگر پریس جو انجمن کی ماتحتی میں قائم کیا گیا تھا وہ قائم رہا اور اس میں طباعت کا سلسلہ جب تک بریلی میں قیام تھا جاری رہا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف، وقتی اشتہارات وغیرہ اس پریس سے برابر شائع ہوتے رہے۔

تنخواہ بھی پریس پر صرف کر دی:

بہت زمانہ سے مطبع کی آمدنی بہت قلیل تھی اور اخراجات آمدنی کے لحاظ سے بہت زائد، لیکن چونکہ میں اس کام کو اپنے ذمہ لے چکا تھا کہ جس طرح سے ہو سکے گا کام جاری رکھوں گا لہذا اپنی تنخواہ کا ایک جز اس پریس کو ہمیشہ نذر کرنا پڑا۔ ہوتے ہوتے پریس کی حالت بہت سنبھل گئی اور اس کے پاس کتابوں کا بہت ذخیرہ فراہم ہو گیا۔ فروختِ کتب ہر ماہ میں اتنی ہو جاتی تھی کہ پریس کے جملہ مصارف میں کچھ ہی کمی پڑتی اور کتابوں کا سرمایہ اتنا کافی ہو چکا تھا کہ اجمیر شریف[1] جاتے وقت دس ہزار سے کم تعداد نہ تھی۔

قیامِ بریلی کی ذمہ داریاں:

پریس کا انتظام اور مدرسہ کی تعلیم، یہ دو مستقل کام مجھ سے متعلق تھے۔ مدرسہ کی تعلیم یہ خود ایک پورا کام ہے۔ پریس کی جملہ کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح، کتابوں کی روانگی، خطوط کے جواب، آمد و خرچ کا حساب یہ سارے کام تنہا انجام دیا کرتا تھا۔ ان کاموں کے علاوہ کبھی کبھی شہر و بیرونِ شہر تقریریں کرنا پڑتی تھیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا، فتووں کو نقل کرنا، ان کی خدمت میں فتووں کا لکھنا یہ کام مستقل طور پر انجام دیتا۔

۱۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد 1343ھ میں حضرت صدر الشریعہ، جامعہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گئے تھے۔

تقسیمِ کار:

کاموں کی تقسیم اوقات پر تھی۔ بعد نمازِ فجر ضروری وظائف و تلاوت قرآن پاک کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ یا کچھ کم و بیش پریس کا کام انجام دیتا، پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتا۔ وہاں سے واپس ہو کر کھانا کھاتا۔ کھانے کے بعد مستقلاً دو یا تین بجے یعنی وقت نمازِ ظہر پھر پریس کا کام انجام دیتا، ظہر کے بعد مدرسہ جاتا اور دو گھنٹہ کامل یعنی وقتِ عصر تک تعلیم دیتا۔ بعد نمازِ عصر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مغرب تک بیٹھتا۔ بعد مغرب، عشا تک اور عشاء کے بعد بارہ ایک بجے شب تک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں فتویٰ وغیرہ جو کوئی اہم کام ہوتا، انجام دیتا۔ اس کے بعد مکان واپس آتا، کھانا کھانے کے بعد کچھ ضروری کام تحریر کا کرنے کے بعد تقریباً 2 بجے شب سوتا۔ اعلیٰ حضرت کے اخیر زمانۂ حیات تک یہی معمول رہا۔[1]



۱۔ عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 30-32

نوٹ:۔ یہاں حضرت صدر الشریعہ کے قیامِ بریلی کے حالات اس لئے دیئے گئے ہیں تاکہ بریلی بعد اعلیٰ حضرت کی منظر کشی ہو سکے۔

معمولات:

اعلیٰ حضرت کے معمولات میں تھا کہ روزانہ بعد نمازِ عصر مغرب تک مردانے مکان میں تشریف فرما ہوتے اور وہی وقت روزانہ حضور سے ملاقات کا تھا۔ کوئی صرف ملنے کے لئے آتا، کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لئے، بعض لوگ استفتاء بھی کرتے، جن کے جواب لکھوا دیا کرتے اور اسی وقت میں بعض مرتبہ بیرونی استفتاء بھی جو آئے ہوئے ہوتے ان کے جواب لکھواتے جاتے اور ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن نماز جمعہ سے عصر تک اور عصر سے بعد مغرب تک باہر تشریف رکھا کرتے۔

اعلیٰ حضرت کی بزم میں ذکرِ دنیا نہ ہوتا:

جمعہ کے بعد حاضرین کی ایک بڑی جماعت موجود رہتی، اس وقت عموماً دینی بات لوگ دریافت کرتے اور حضور جواب دیتے یا کسی حدیث یا آیت کے متعلق بیان فرماتے، کبھی اولیائے کرام کے واقعات بیان کرتے۔ حاضرین آستانہ میں سے کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اعلیٰ حضرت کو دنیا کی باتوں میں گفتگو کرتے دیکھا، ہمیشہ کوئی نہ کوئی دینی تذکرہ ہی رہا کرتا۔

عیدِ اکبر:

ربیع الاول شریف کی مجلس (جو بارہ ربیع الاول کو منعقد ہوتی) کا نہایت درجہ اہتمام ہوتا تھا، نیا لباس خاص طور پر اسی موقع کے لئے بنایا جاتا، غسل فرماتے، کپڑے پہنتے، خوشبو وغیرہ استعمال کرتے اور یہ فرماتے کہ یہ ہمارے لئے عیدِ اکبر ہے۔ میرے رشتہ داروں میں جو اس روز میرا شریک ہے اس کو اپنا شریک جانوں گا ورنہ نہیں۔ یہی میرے یہاں کی شادی ہے اور اسی کی شرکت سے سب سے زیادہ محظوظ ہوتا ہوں۔[1]

---

[1] محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ، ص 178

اعلیٰ حضرت کے

اخلاق و عادات

امامتِ نماز:

اعلیٰ حضرت قبلہ نے امامت کی خدمت بھی سپرد فرمائی تھی۔ فجر، ظہر، عصر تین نمازیں خود اعلیٰ حضرت پڑھایا کرتے تھے اور مغرب و عشاء، یہ عموماً دوسرے سے پڑھواتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی مسجد میں ان کی موجودگی میں ان کے حکم سے صرف چار اشخاص نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ مولانا حامد رضا خان خلفِ اکبر، مولانا محمد رضا خان برادر خورد، حافظ یقین الدین صاحب یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی تھے اور قرآن پاک رمضان میں بھی سنایا کرتے تھے اور یہ فقیر (مولانا امجد علی اعظمی)۔ نمازوں کی ادائیگی میں اتنی احتیاطیں کی جاتیں جن کو کہیں نہیں دیکھا۔

وصال کے وقت سے پیشتر جمعہ کی امامت بھی اعلیٰ حضرت نے میرے ذمہ سپرد فرمادی تھی۔ خصوصاً مقدمہ بدایوں کے زمانہ میں کہ اس دوران ایک سال سے زیادہ تک صرف میں ہی نماز پڑھایا کرتا تھا۔[1]

اتباعِ سنت:

ناخن کاٹنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ''داہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرے اس کے بعد داہنے ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے۔ اس صورت میں داہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور داہنے پر ختم بھی ہوا۔ (درمختار) اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا تھا۔[2]

عاجزی وانکساری:

عالم ہونا بہت دشوار ہے اور اس زمانہ میں ہر کس عالم ہونے کا مدعی ہے۔ اعلیٰ

1 عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ ص 48
2 محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہار شریعت، سولہواں حصہ ص 123

حضرت قبلہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ''مجھے کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آیا کہ میں عالم ہوں''۔ میرے استاذ حضرت محدث سورتی علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے کو طالب علم ہی کہتے تھے کبھی عالم کہتے میں نے نہ سنا۔[1]

ادب واحتیاط:

1337ھ میں غالباً شوال کا مہینہ تھا، اعلیٰ حضرت نے اپنی خاص مجلس میں ذکر فرمایا کہ ''اگر انتظام ہوسکا تو اس سال مدینہ طیبہ جانے کا خیال ہے۔ اس موقع پر میں نے بھی عرض کیا کہ اگر حضور تشریف لے جائیں گے تو میں بھی ہم رکاب رہوں گا۔ ارشاد فرمایا کہ ''مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کی بجائے حاضر ہونا کہنا چاہیے''۔[2] یونہی عمامہ کا تکیہ بنانے سے منع فرماتے۔[3]

لوگ اکثر بولا کرتے ہیں فلاں چیز کافی ہے جیسے چائے میں شکر ہے؟ جی ہاں کافی ہے۔ اگر اعلیٰ حضرت کی بزم میں کسی نے ایسے الفاظ استعمال کئے تو تنبیہ فرماتے اس لئے کہ لفظ ''کافی'' اسمائے الٰہی میں سے ہے اس لئے ایسے مواقع پر اس کا استعمال مناسب نہیں۔[4]

راضی برضائے الٰہی:

ایک دفعہ اعلیٰ حضرت علیل تھے۔ میں عیادت کو گیا حسب محاورہ پوچھا حضور اب شکایت کا کیا حال ہے؟ فرمایا ''شکایت کس سے ہو؟ اللہ سے نہ تو شکایت پہلے تھی نہ اب ہے۔ بندہ کو خدا سے کیسی شکایت''۔ میں نے زندگی بھر کے لئے اس محاورہ سے توبہ کرلی۔[5]

1 محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد چہارم ص 242
2 عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 79
3 محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہار شریعت، سولھواں حصہ، ص 159
4 ایوب صابر القادری مصباحی، مولانا، صدر الشریعہ ایک زندہ جاوید شخصیت، مشمولہ ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص 140 تصرف۔
5 ایضاً ص 140

تصنیفات

تصنیفات

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی تصنیفات تو ہزار سے بھی زائد ہیں لیکن چار کتب کے متعلق راقم کو حضرت صدر الشریعہ کے بہت اہم تاثرات حاصل ہوئے جو پیش خدمت ہیں۔

الدولة المکیه:

الدولۃ المکیہ بڑی ضخیم کتاب ہے اور اس پر اعلیٰ حضرت کے حواشی قدیمہ و جدیدہ بھی ہیں۔ ان حواشی کی وجہ سے اس کی ضخامت بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ اس کو چھپوانا شروع کیا تھا۔ چند اوراق اصل کتاب کے چھپے، اس کے بعد جو حواشی کا سلسلہ شروع ہوا تو غالباً دو سو آٹھ صفحے تک چھپے اور بعض وجوہ سے اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں ہی اس کی طبع کا سلسلہ منقطع ہو گیا پھر اس کو نہ کسی صاحب نے جاری کیا نہ اس کی تکمیل فرمائی۔[1]

سببِ تصنیف:

اس کتاب کی تصنیف بھی عجیب و غریب عنوان سے ہوئی۔ جب مکہ معظمہ حاضر ہوئے اس سال مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی بھی خاص یہ مقصد لے کر مکہ معظمہ گئے کہ اعلیٰ حضرت کے خلاف ان کی مکہ معظمہ موجودگی میں ایک فتویٰ حاصل کیا جائے بلکہ اس امر کی کوشش کی جائے کہ کچھ نہ کچھ ان کو وہاں سزا ہو جائے۔ لہٰذا مولوی خلیل احمد صاحب نے علم غیب کے متعلق چند سوالات مرتب کیے اور علمائے اہل سنت پر ان سوالات میں افتراء کیا کہ علم خدا اور علم رسول کو یہ لوگ مساوی بتاتے ہیں۔

غرض یہ کہ انہوں نے یہ کوشش کی کہ کسی طرح ان کے کفر کے متعلق فتویٰ

---

[1] بفضلہ تعالیٰ حضرت مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی سرپرستی میں رضا فاؤنڈیشن، لاہور نے "الدولۃ المکیہ" حواشی کے ساتھ بڑے خوبصورت انداز میں شائع کر دی ہے۔

حاصل کیا جائے۔ شریفِ مکہ کے پاس سوالات پیش کیے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں کا یہ مذہب ہے ان کے ایک بڑے زبردست عالم موجود ہیں۔ اس سے مقصد یہ تھا کہ معاذ اللہ وہ اعلیٰ حضرت کو ایذاء پہنچانا چاہتا تھا۔ شریف صاحب نے وہ سوالات مولانا شیخ صالح کمال صاحب مفتی حنفیہ کو دیئے کہ آپ ان کے شرعی جوابات تحریر کریں اور اس کے قائل کے متعلق شریعت کے جو احکام ہیں وہ لکھیں۔ یہ سب کارروائیاں وہابیوں نے اندرونی طور پر کیں تھیں۔ جس کی یہاں کسی کو خبر نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ کو حق کا غالب کرنا مقصود تھا۔

مفتیٔ حنفیہ سے اعلیٰ حضرت کی ملاقات:

واقعہ یہ پیش آیا کہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال صاحب حرم شریف میں کتب بینی کے لئے تشریف لے گئے اور اسی وقت اعلیٰ حضرت بھی اسی مقصد سے جاتے ہیں۔ دونوں حضرات کتب بینی میں مشغول ہیں۔ دونوں میں کبھی ملاقات نہ تعارف نہ کوئی بات چیت، اتفاقاً اعلیٰ حضرت کی نظر پڑی کہ حضرت صالح کمال جو کتاب دیکھ رہے ہیں۔ اس کا ورق نہ اڑنے کی خاطر دوات رکھ دی تھی۔ اعلیٰ حضرت نے کتاب پر دوات رکھی دیکھ کر دوات کو اُٹھا کر نیچے رکھ دیا اور کتب بینی میں مشغول ہو گئے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد نظر پڑی تو دوات کتاب پر رکھی ہوئی دیکھی، پھر کتاب سے دوات کو ہٹا دیا۔ مولانا شیخ صالح کمال صاحب نے جب دوسری مرتبہ یہ معاملہ دیکھا تو ناگواری ظاہر فرمائی اور اعلیٰ حضرت پر معترض ہوئے کہ ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا کہ کتاب پر دوات یا کسی چیز کو رکھنا جائز نہیں۔ فرمایا کہ یہ کس نے کہا کہ جائز نہیں اور کہاں؟ جب اعلیٰ حضرت نے کتاب کا حوالہ دیا اور انہیں جو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، معلوم ہوا۔ اس سے ان کو مسرت ہوئی پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اور کہاں کے رہنے والے ہیں؟ اپنا نام اور پتہ بتایا اور باہم علمی گفتگو بھی ہوئی جس سے مولانا صالح کمال صاحب

نے اعلیٰ حضرت کے تبحرِ علمی کا کچھ اندازہ کیا۔

اس وقت مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ آپ اور آپ کی جماعت کے متعلق ہمارے پاس کچھ سوالات آئے ہیں، جس میں اس قسم کی باتیں مذکور ہیں۔ لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میں خود اس کا کوئی جواب تحریر کروں۔ آپ سے استفسار کر کے جواب چاہتا ہوں اور یہ بھی فرمایا اگر آپ سے ملاقات نہ ہوتی تو آپ کے خلاف اس کے جوابات تحریر کر کے شریفِ مکہ کی خدمت میں پیش کر دیتا، جس کا نتیجہ آپ کے حق میں بہت بُرا ہوتا۔

اعلیٰ حضرت کے سامنے وہ سوالات پیش کیے گئے، قلم اور دوات اٹھایا اور چاہا کہ فوراً جواب تحریر کریں، مولانا صالح کمال صاحب نے فرمایا کہ اتنی جلدی جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ اس کو قیام گاہ پر لے جائیں اطمینان کے ساتھ جواب تحریر کریں۔ چنانچہ وہاں سے واپس آنے کے بعد اس کتاب **الدولۃ المکیہ** کی تصنیف شروع ہوئی۔

چند گھنٹوں میں کتاب مکمل:

باوجود بخار اور علالتِ طبع کے چند گھنٹوں میں یہ کتاب لکھی گئی۔ دیکھنے والا تعجب کرتا ہے کہ اتنی جلد اس کتاب کی تصنیف کیونکر ہو سکی؟ اگر کوئی بہت تیز نویس اس کو نقل کرنا چاہے تو جتنی دیر میں تصنیف ہوئی ہے کم از کم چوگنا یا پانچ گنا وقت اس کی نقل میں صرف ہوگا۔

مولانا حامد رضا خاں صاحب نے اس کتاب کی تبییض فرمائی جب مبیضہ ہو چکا تو مولانا صالح کمال کی خدمت میں پیش کیا۔ وہ اتنی بڑی کتاب اتنے کم وقت میں تصنیف اور تبییض کی ہوئی دیکھ کر سخت متعجب اور حیران ہوئے۔ پھر اس کتاب کو شریف مکہ کی خدمت میں لے گئے۔

شریفِ مکہ کے دربار میں:

شریفِ مکہ صاحب نے باحتیاط اپنے صندوقچہ میں بند کیا اور عمائد علماء کو بلا کر کئی روز تک شب میں وہ کتاب پڑھی جاتی اور سب لوگ بغور سنتے۔

جب وہ موقع آیا کہ وسعتِ علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نصوصِ قرآنیہ، احادیث، اقوالِ ائمہ و اولیاء پیش کئے گئے اس کو سنا تو خود شریف مکہ کو وجد آ گیا اور شدتِ ذوق میں فرمایا: ''اللہ یعطی وھؤ لاء یمنعون'' اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو اتنا وسیع علم عطا فرماتا ہے اور یہ وہابیہ اس کو منع کرتے ہیں۔

غرضیکہ یہ کتاب الدولۃ المکیہ ایسی مقبول اور پسندیدہ ہوئی کہ تمام اکابر علماء نے اس پر تقریظیں اور تصدیقیں فرمائیں۔ اس کتاب کو دیکھ کر اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی کا اعتراف کیا۔[1]

مجددِ دین وملت:

یہاں تک کہ جملہ علمائے حرمین شریفین نے آپ کو مجدد دین وملت تسلیم کر لیا۔ یہ مجدد کا خطاب وہیں سے حاصل ہوا۔ چنانچہ علماء کی تقریظوں کی عبارتوں سے یہ امر ظاہر ہے۔ بکثرت علمائے حرمین طیبین نے اعلیٰ حضرت سے سندیں حاصل کیں اور آپ کے تلامذہ میں داخل ہوئے بلکہ آپ کے مرید ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ:

ان علماء کو قلم برداشتہ جو سندیں تحریر فرمادی ہیں وہ بھی ایک کتاب کی شکل میں شائع ہوئی تھیں۔ کتاب کا نام ''الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ''[2] ہے۔ اس کو

---

1 عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ ص 34 - 36

2 یہ کتاب رضا فاؤنڈیشن لاہور نے حال ہی میں شائع کی ہے۔

دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ قدرت نے اعلیٰ حضرت کو کس قدر وسعتِ علم اور کلام پر قدرت عطا فرمائی تھی۔

اعلیٰ حضرت کی تصانیف کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بلا تکلف آپ کتنی فصیح و بلیغ عربی تحریر فرمانے کا ملکہ رکھتے تھے۔ دیکھنے والے اور جاننے والے جانتے ہیں اور ابھی وہ لوگ موجود ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کو عربی تحریر فرمانے میں یا عربی گفتگو کرنے میں کسی قسم کا تکلف نہیں ہوتا تھا۔ جس طرح اردو میں لکھتے یا کلام کرتے اسی طرح عربی میں گفتگو یا عربی تحریر تھی بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ''عربی لکھنا یا بولنا بہ نسبت اردو کے زیادہ سہل معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ علمی زبان ہے اور علم کے ادا کرنے کے لئے اس میں زیادہ الفاظ ملتے ہیں''۔[1]

عربی زبان پر اعلیٰ حضرت کی مہارت:

زمانہ قیام مکہ معظمہ میں وہاں کے علماء کو اعتراف کرنا پڑا تھا کہ آپ عربی اس انداز سے اور اس لب ولہجے سے بلا تکلف ادا فرماتے ہیں کہ اگر پردہ ڈالا جائے تو کوئی سننے والا یہ محسوس نہیں کرسکتا کہ یہ متکلم ہندی ہے یا عرب کا رہنے والا نہیں ہے۔ عربی میں آپ کی گفتگو کئی قسم کی تھی شہری عربی جو آج کل مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رائج ہے۔ دوسری بدوی عربی کے اسی لب ولہجہ میں الفاظ کو ادا کیا کرتے تھے۔ شام اور مصر کے لوگ جس قسم کی عربی بولتے ہیں اس کو بھی بلا تکلف اسی انداز سے بولتے تھے اور ایک یہ فصیح کتابی عربی جو زمانہ رسالت اور اس کے کچھ بعد تک جاری تھی۔

اعلیٰ حضرت کا فارسی زبان پر عبور:

اسی طرح اعلیٰ حضرت قبلہ فارسی کی مختلف زبانوں پر قدرت رکھتے تھے۔ عربی اور فارسی پر آپ کی دستگاہ تامہ اُن قصائد سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو وقتاً فوقتاً آپ نے

---

1 محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ، ص 175

تحریر فرمائے ہیں۔ بہت سے وہ قصائد جو اپنے احباب واصحاب کے نام سے کبھی تحریر فرمائے ہیں مثلاً آمالِ ابرار، صمصام حسن وغیرہا ان کے دیکھنے سے اعلیٰ حضرت کی ادبیت اور فصاحت و بلاغت کا قدرے علم ہوسکتا ہے۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ جس زبان میں سوالات بھیجے جاتے تھے اسی زبان میں جواب تحریر فرماتے۔ مگر وہ زبانیں جن کو آپ نہ جانتے تھے مثلاً انگریزی تو دوسرے سے جوابات کا اس زبان میں ترجمہ کروا کے سائل کے پاس بھیجا کرتے تھے۔[1]

کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم:

کفل الفقیہ الفاہم جو اعلیٰ حضرت کی نوٹ سے متعلق معرکۃ الآراء کتاب ہے اور مکہ معظمہ کے اکابر علماء کے سوال کے جواب میں زمانۂ قیام مکہ مکرمہ میں تصنیف فرمائی تھی۔ اس کا ترجمہ اعلیٰ حضرت کے املاء کروانے پر لکھا گیا۔

کفل الفقیہ کا ترجمہ بھی عربی کتاب کے ساتھ مطبع اہلسنت میں طبع کر دیا تھا بلکہ اس کے ساتھ ایک اور رسالہ بھی تھا جس میں مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کے شبہات کا جواب اور ان کی تحریر کا بھی کافی رد ہے۔[2]

ترجمۂ قرآن کنز الایمان:

اس زمانہ پُرفتن میں زمانہ کی بدلی ہوئی حالت اور گمراہی کے اسباب اور ضلالت کی کثرت دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوا کہ بدمذہبوں کا عوام کو گمراہ کرنے کا بڑا ذریعہ قرآن مجید کے (غلط) تراجم ہیں۔ کبھی تو وہ لفظوں میں گنجائش پاتے ہوئے ترجمے میں کوئی ایسی بات لکھ دیتے ہیں جن سے عوام کو گمراہ کرنے اور بہکانے کا موقع

---

1 عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 38

2 ایضاً ص 34

نوٹ: "کفل الفقیہ" رضا فاؤنڈیشن لاہور نے شائع کر دی ہے۔

ملے اور کبھی نفس ترجمہ میں گنجائش نہیں ہے تو حاشیہ اور فوائد کا اضافہ کر کے بعض گمراہی کی باتیں لکھ جایا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت سے ترجمہ کی درخواست:

بدمذہبوں کو تراجم لکھنے اور عوام کو گمراہ کرنے کا پورا موقع ملا۔ ضرورت تھی کہ قرآن پاک کا کوئی صحیح ترجمہ جو ہر قسم کی اغلاط سے پاک ہو، عوام کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس کو وہ پڑھا کریں اور اپنی استعداد کے موافق قرآن پاک سے فائدہ اٹھائیں۔ لہٰذا اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کے ترجمہ کے متعلق عرض کیا گیا اور زمانے کی ضرورت پیش کی گئی۔

اشاعتِ ترجمہ کی مشکلات:

اس کام کی اہمیت اور ذمہ داری کو دیکھتے ہوئے (اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے) ارشاد فرمایا "یہ تو بہت ضروری ہے مگر اس کے چھپنے کی کیا صورت ہوگی؟ اس کی طباعت کا کون اہتمام کرے گا؟ باوضو کاپیوں کا لکھنا اور باوضو کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح کرنا اور تصحیح بھی ایسی ہو کہ زیر، زبر، نقطے یا علامتوں کی بھی غلطی باقی نہ رہ جائے۔ پھر یہ سب چیزیں ہو جانے کے بعد جو چیز بڑی مشکل ہے وہ یہ ہے کہ پریس مین (press man) اور کلکش ہمہ وقت باوضو رہیں، بغیر وضو پتھر کو نہ چھوئیں، پتھر کاٹنے میں احتیاط کی جائے۔ چھپنے میں ردیاں نکلتی ہیں ان کو بھی بہت احتیاط سے رکھا جائے۔ غرض یہ کہ جتنی بھی احتیاطیں ضروری اور درکار ہیں ان کا پورا ہونا بظاہر دشوار اور ناممکن سا معلوم ہوتا ہے اور جب چھپنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی پھر ترجمہ لکھنے کا فائدہ؟ کہ ترجمہ عوام کے لئے لکھا جائے گا، کتب خانے کی الماری میں رہنے سے عوام کے لئے فائدہ؟

میں نے عرض کیا: "ان شاء اللہ جو باتیں ضروری ہیں ان کو پورا کرنے کی

کوشش کی جائے گی اور اسی طرح چھاپا جائے گا جو شریعت کے مخالف نہ ہو اور فرض کیا جائے کہ ہم سے ایسا نہ ہوسکا تو جب ایک چیز موجود ہے، ہوسکتا ہے کہ آئندہ کوئی دوسرا شخص اس کے طبع کرانے کا انتظام کرے اور مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے، اگر اس وقت یہ کام نہ ہوسکا تو آئندہ ہمیں اس کے نہ ہونے کا بڑا افسوس ہوگا اور اس وقت کا افسوس کرنا بیکار ہوگا''۔ مگر کچھ ایسے ضروری وقتی کام تھے جن کی وجہ سے اس کام کو کچھ دنوں کے لئے ملتوی کرنا پڑا۔

ترجمہ قرآن پاک کا اہتمام:

یہ فرمایا کہ دوسرے لوگوں کے بھی تراجم حاصل کر لئے جائیں تاکہ اس ضمن میں ان کے اغلاط پر تنبیہات بھی کر دی جائیں۔ یہ بھی ایک ضروری کام ہے۔ (دوسروں کے ترجمے والا) قرآن پاک ڈاک وغیرہ سے نہ منگایا جائے کہ اس میں بے ادبی ہوتی ہے، بلکہ اس کے لئے جہاں سے دستیاب ہوتے ہوں، جاکر ایسے طریقے پر لایا جائے کہ بے ادبی نہ ہو۔

میری عدیم الفرصتی اور کام کی کثرت نے مہینوں تک تراجم کے حاصل کرنے کا موقع نہ دیا۔ خیر کسی نہ کسی طرح انہیں شرائط کے موافق، اس زمانے میں جتنے ترجمے شائع ہوچکے تھے سب حاصل کر لئے گئے اور ترجمے کا کام بفضلہ تعالیٰ شروع ہوا۔

غلط تراجم پر تنبیہات:

چند روز تک یہ طریقہ رہا کہ آیت پڑھی جاتی اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ لکھواتے۔ اس کے بعد حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ، شاہ ولی اللہ صاحب، شاہ عبدالقادر صاحب، شاہ رفیع الدین صاحب، ڈپٹی نذیر احمد، مرزا حیرت دہلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرھم کے ترجمے سنائے جاتے۔ ان تراجم میں جہاں کہیں غلطیاں ہوتیں ان پر تنبیہ فرماتے۔ چند روز کے بعد یہ محسوس ہوا کہ اس طرح کرنے

میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور کام کم ہوتا ہے اور مترجمین کی اغلاط پر تنبیہات تو ایک جداگانہ کام ہے۔ اس ترجمے کے بعد اگر موقع ملا تو اس طرف توجہ کی جائے گی، لہٰذا ان تراجم کا سنانا موقوف کیا گیا۔

شیخ سعدی کا ترجمہ قرآن پاک:

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ فارسی میں اور شاہ عبدالقادر صاحب کا اردو میں، یہ دو ترجمے سنائے جاتے اور اس کا سلسلہ اخیر تک جاری رہا۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا ترجمہ نہایت پاک وصاف ہے، سوا اس کے کہ وہ مذہبا شافعی ہیں۔ آیات کا مطلب شافعیہ کچھ اور لیتے ہیں اور حنفیہ کچھ اور، وہاں تو انکا ترجمہ ہمارے مذہب کے خلاف ضرور تھا، ورنہ کہیں بھی بظاہر کوئی سقم نظر نہیں آیا۔ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ بھی تقریباً صحیح ہے مگر بعض جگہ ان کے ترجمہ میں بھی خرابی نظر آئی۔

کچھ دنوں ترجمہ ہونے کے بعد میں وطن چلا آیا اور یہ کام رُک گیا۔ واپسی کے بعد پھر کام شروع کرنا چاہا، مگر کچھ دیگر دینی ضروریات ایسی مانع ہوئیں کہ گرمیاں آئیں اور ختم بھی ہوگئیں اور برسات کا موسم شروع ہوگیا۔ اب ترجمہ کا کام شروع ہوا ایک طرف برسات کی گرمی اور بالکل قریب لالٹین اور ان پر کیڑوں اور پتنگوں کا ہجوم، کبھی ہاتھ پر کبھی آستین کے اندر، کبھی پاجامے میں، بہت مرتبہ کاغذ اور قلم میں پتنگے اس طرح مجتمع ہوجاتے تھے کہ لکھنا بہت دشوار ہوجاتا تھا، پھر بھی کئی کئی گھنٹہ اسی حالت میں گزارنا پڑتا تھا اور بحمدہ تعالیٰ اس کام کو انجام دیا جاتا۔

ترجمہ کا طریقہ کار:

ترجمہ کا املاء کرنے اور اس کے تحریر کرنے کی نوعیت یہ ہوتی کہ پہلے میں پوری آیت پڑھتا اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی ہوتی، اس کے بعد اعلیٰ حضرت ترجمے کا املاء

فرماتے، بعض مرتبہ مسلسل دو تین سطر کی عبارت ایک ساتھ بلا توقف بول دیا کرتے تھے، مگر بفضلہٖ تعالیٰ اس کے قلمبند کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی، نہ کوئی لفظ کم و بیش ہونے پاتا تھا۔ جو کچھ ترجمہ جس روز تحریر کیا جاتا اس کی مقدار مع تاریخ نوٹ کر دی جاتی، میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ترجمہ اب تک مولانا نعیم الدین[1] صاحب کے پاس محفوظ ہے کہ وہ مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب سے اعلیٰ حضرت کے کتب خانہ سے نکلوا کر بغرض طباعت لے گئے۔ اگرچہ وہ کتاب میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھی، مگر اس کے لکھنے سے میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس پر مالکانہ قبضہ کروں۔ اس لئے میں نے کبھی اس کے لئے تقاضہ نہ کیا، اس ترجمہ کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک روز میں کتنا ترجمہ ہوا اور جن الجھنوں میں لکھا گیا ہے اس کے باوجود کتابت اغلاط سے کس درجہ پاک ہے؟ اس ترجمہ کے لکھنے اور لکھوانے کی جو خدمت میں نے انجام دی ہے وہ میری نجاتِ اُخروی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ جن مشکلات کا اس میں مقابلہ کیا غالبًا دوسرا شخص یہ نہ کرتا اور یہ کام صرف تخیل اور وہم ہی میں رہتا، خارج میں اس کا ظہور نہ ہوتا۔

ترجمہ کے بعد تفسیر:

ترجمہ کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ اس پر نظر ثانی فرمائیں اور جابجا فوائد تحریر کر دیں۔ چنانچہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا، دو تین روز تک کچھ لکھا گیا مگر جس انداز سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن

[1] مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی متبحر عالم دین اور صاحب بصیرت سیاستدان تھے۔ تحریک پاکستان میں فعال کردار ادا کرنے والی اہلسنت کی تنظیم آل انڈیا سنی کانفرنس کی آپ نے بنیاد رکھی۔ خلافت و اجازت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی سے پائی۔ ترجمۂ قرآن کنز الایمان کے حاشیے پر آپ کی تفسیر خزائن العرفان نے بڑی مقبولیت پائی۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو صدر الافاضل کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ 18 ذی الحجہ 1367ھ/ 23 اکتوبر 1948ء کو اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔
(ماخوذ از حیات صدر الافاضل ملخصاً)

پاک کی بہت بڑی تفسیر ہوگی، کم از کم دس بارہ جلدوں میں پوری ہوگی۔ اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت، ہر صفحہ میں کچھ تھوڑی باتیں ہونی چاہئیں۔ جو حاشیہ پر درج کر دی جائیں لہٰذا یہ تحریر جو ہو رہی تھی بند کر دی گئی اور دوسری کی نوبت نہ آئی۔ کاش وہ مبسوط تحریر جو اعلیٰ حضرت لکھوا رہے تھے اگر پوری نہیں تو دو ایک پارے تک ہی ہوتی جب بھی شائقین علم کے لئے وہ جواہر پارے بہت مفید اور کارآمد ہوتے مگر افسوس کہ ہم خود بھی محروم رہے اور دوسرے لوگ بھی اس سے متمتع نہ ہو سکے۔[1]

فتویٰ نویسی:

فتویٰ نویسی جو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں انجام دیا کرتا تھا وہ اکثر اور عموماً املاء کی صورت میں ہوتی تھی کہ اعلیٰ حضرت کے سامنے سوال پڑھ کر سنا دیا جاتا پھر جواب ارشاد فرماتے اور لکھ لیا جاتا، کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ سوالوں کے متعدد نمبر، ایک ساتھ سنا دیے جاتے اور سب کے جواب سلسلہ وار اور نمبر وار املا فرمایا کرتے تھے، جن سے اعلیٰ حضرت کے حافظہ اور ذہانت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خوبیٔ تحریر:

اعلیٰ حضرت قبلہ نے متعدد بار یہ فرمایا کہ دو شخص جب میرے پاس کچھ لکھنے بیٹھتے ہیں تو مجھے غور و خوض اور سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسلسل میرے قلب پر مضمون کا القاء ہوتا ہے ایک حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی، دوسرے یہ فقیر (مولانا امجد علی اعظمی)۔

منصب افتاء و قضا کی تفویض:

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے بعض علمائے اعلام کی موجودگی میں مجھے اور

[1] عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 44۔

مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب کو منصبِ افتاء پر فائز فرمایا۔ یہ کہتے ہوئے کہ شریعت کی جانب سے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اختیار مجھے عطا فرمایا ہے اس کی بناء پر میں ان دونوں کو اس کام پر مامور کرتا ہوں نہ صرف مفتی بلکہ شرع کی جانب سے ان دونوں کو قاضی مقرر کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کی وہی حیثیت ہوگی جو قاضیٔ اسلام کی ہوتی ہے اور اپنے سامنے تخت پر بٹھا کر اس کام کے لئے قلم، دوات وغیرہ سپرد کیا۔

وصال سے ایک روز قبل استفتاء:

ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت نے) کسی بڑے عالم مرجع افتاء کا تذکرہ فرمایا کہ ان سے لوگ اس کثرت سے فتویٰ پوچھا کرتے تھے کہ حالتِ نزع میں بھی ان سے مسائل پوچھے اور انہوں نے جوابات دیئے۔ اس تذکرے کے بعد حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ آپ سے بھی ایسے ہی ہوگا کہ لوگ اس وقت بھی استفادہ کریں گے اور دینی معلومات حاصل کریں گے۔ ارشاد فرمایا کہ اگر تائیدِ ایزدی شامل رہی تو جس وقت بھی مجھ سے مسائل پوچھے جائیں گے اس کا جواب دوں گا اور ان شاء اللہ صحیح جواب دوں گا۔

چنانچہ وصال سے ایک روز قبل میرے پاس ایک استفتاء آیا جس میں مجھے کچھ دشواری پیش آئی اور صحیح بات کی طرف ذہن منتقل نہ ہوتا اور جوبات ذہن میں آئی مخدوش نظر آتی۔ میں حاضرِ آستانہ ہوا، پردہ کروا کر حضور کی خدمت میں پہنچا۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد استفتاء کا مضمون عرض کیا اور یہ بھی کہ اس کا جواب کیا ہونا چاہیے؟ اس کا جواب ارشاد فرمایا پھر میں نے عرض کیا یہ حکم کس کتاب میں اور کس مقام پر ہے؟ فرمایا: بحر الرائق میں فلاں مقام پر اس کے بعد فرمایا: آج میری ایک لڑکی میرے

سامنے آئی بہت دیر تک میں سوچتا رہا، اس کا نام مجھے یاد نہیں آتا تھا۔ اب میرے دماغ کی یہ حالت ہے مگر الحمد للہ کہ دینی عقائد و مسائل اور بد مذہبوں کے جملہ مضامین میرے پیشِ نظر ہیں۔ ان باتوں کے لئے مجھے غور و خوض کی حاجت نہیں۔ کسی بد مذہب کو کس بارے میں عاجز کیا جا سکتا ہے؟ اس کی دکھتی رگ کونسی ہے؟ اب بھی بلا تأمل بتا سکتا ہوں۔ میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو خدمت آپ کے سپرد فرمائی ہے وہ آپ اخیر وقت تک انجام دیتے رہیں گے۔[1]

---

[1] محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ، ص 177

فتاویٰ رضویہ: اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کا مجموعہ ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے بارہ جلدوں میں شائع ہوا تھا۔ عربی فارسی عبارات کے ترجمے اور تخریج کے بعد رضا فاؤنڈیشن لاہور نے چوبیس جلدیں شائع کر دی ہیں۔ تقریباً 27 جلدوں میں مکمل ہوگا۔

اعلیٰ حضرت کا وعظ:

اعلیٰ حضرت قبلہ وعظ فرمانے سے گریز کیا کرتے تھے۔ سال میں دو وعظ اپنی خوشی سے بغیر کسی کے کہے فرماتے تھے ایک اپنے پیرومرشد سیدنا آلِ رسول صاحب رضی اللہ عنہ کے عرس میں اور دوسرے بارھویں ربیع الاول شریف کو۔ ان دو تقریروں کے علاوہ اگر کبھی کوئی تقریر کی ہے تو بہت زیادہ لوگوں کے اصرار اور مجبور کرنے پر، یہاں تک کہ مدرسہ منظرِ اسلام کے جلسے جو اعلیٰ حضرت قبلہ کے زمانہ میں مسجد بی بی جی میں نہایت شاندار اور کامیاب ہوا کرتے تھے۔ ان جلسوں میں جب کبھی تقریر فرمائی ہے بہت سے لوگوں، علماء و اکابر کے اصرار پر۔

تقریر پُر تاثیر:

اعلیٰ حضرت کی تقریر نہایت پُر مغز، بہت زیادہ مؤثر اور تقریر میں علمی نکات بکثرت ہوا کرتے تھے۔ کبھی کوئی تقریر ایسی نہیں ہوئی جس میں سامعین پر عموماً گریہ نہ طاری ہوا ہو اور ہر طرف سے آہ و بکا کی آوازیں نہ آئی ہوں۔ اعلیٰ حضرت کا وعظ سننے کے لئے لوگ دور دور سے آیا کرتے تھے۔ خصوصاً رامپور، مراد آباد، شاہ جہاں پور، پیلی بھیت وغیرہ۔[1]

وعظ و تقریر کی جانشینی:

ایک مرتبہ ربیع الاول کے جلسے میں اثنائے تقریر مزاج کچھ ناساز ہو گیا۔ درد سر کی شدت اتنی ہوئی کہ تقریر جاری نہ رکھ سکے، تقریر روکنے کے بعد تخت پر مجھے بُلایا اور ارشاد فرمایا کہ: آپ تقریر کریں۔ میں نے عرض کیا: کیا چیز بیان کروں۔ ارشاد فرمایا کہ: جو مضمون میں بیان کر رہا تھا اس کی تکمیل کرو۔ بھلا کہاں اعلیٰ حضرت کا بیان اور کہاں مجھے بے بضاعت کا بیان، مگر ان کا حکم تھا تعمیل کرنی پڑی۔ یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اعلیٰ حضرت کے بیان کی تکمیل تھی مگر جو کچھ ہو سکا اخیر وقت تک اس سلسلہ میں بیان کر کے مجلس کو ختم کیا۔

1۔ عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص 49

تقریر و تبلیغ

ایک مرتبہ مزاج ناساز تھا بہت کوشش فرمائی کہ مجلس میں چلوں، وقت ہو چکا تھا، مگر علالت نے مہلت نہ دی۔ مولانا محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں حاضر ہوئے اور تشریف لے چلنے کے لئے کہا ارشاد فرمایا کہ "اس وقت حرارت ہے، طبیعت ناساز ہے، ابھی نہیں جا سکتا۔ جاؤ امجد علی سے کہہ دو کہ وہ بیان کرے اور "اس کے سوا ہے کون جو ہے وہی ہے"۔

اعلیٰ حضرت کے حکم کے مطابق بیان کرنا شروع کیا۔ کچھ دیر کے بعد جب مزاج میں سکون پیدا ہوا تو تشریف لائے اور حکم دیا کہ تقریر جاری رکھو۔ تقریر کو ایک حد تک پہنچایا۔ اس کے بعد عرض کیا کہ سامعین، حاضرین چند الفاظ حضور کی زبان پاک سے سننا چاہتے ہی۔ ان کے دل جوشِ عقیدت سے لبریز ہیں۔ آخر میں مختصر سا کچھ مضمون پھر بیان ولادت پر اس سلسلہ کو ختم کیا۔

تقریر کا سنانا تو روز ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ کوئی نئی اور انوکھی بات نہیں مگر اعلیٰ حضرت کے وہ الفاظ جو انہوں نے ننھے میاں سے فرمائے تھے وہ ایسے پُر ذوق ہیں جس کا ذوق خود ننھے میاں بیان کرتے تھے اور کبھی کبھی اس کا تذکرہ کر کے لطف اٹھایا کرتے تھے۔[1]

خطبۂ جمعہ میں عصا کا سہارا؟

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا یہ عمل تھا کہ پہلے جب قوت تھی بغیر عصا خطبہ پڑھا کرتے تھے اور آخر عمر شریف میں جب ضعف کا غلبہ ہوا تو عصا پر ٹیک لگاتے اور فقیر نے ایک بار دریافت بھی کیا تھا تو فرمایا "سنت ہونا ثابت نہیں"۔[2]

---

[1] محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ، ص 43

[2] محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد اول ص 287

☆ فتاویٰ رضویہ (جدید) جلد 8 ص 303 پر ہے خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا ہے، بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنتِ مؤکدہ نہیں تو مظہر اختلاف اس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو

اصلاحِ خطباء و مقررین:

اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کہ دو/تین آدمیوں کے علاوہ کسی کی تقریر نہیں سنتے تھے۔ ان دو/تین آدمیوں میں ایک میں بھی تھا۔ (اعلیٰ حضرت) یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ "عموماً مقررین اور واعظین میں افراط و تفریط ہوتی ہے۔ احادیث کے بیان کرنے میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے ملا دیا کرتے ہیں اور ان کو حدیث قرار دے دیا کرتے ہیں جو یقیناً حدیث نہیں ہیں"۔

الفاظِ حدیث کی تفسیر و تشریح اور اس میں بیانِ نکات امر آخر ہے اور یہ جائز ہے مگر نفسِ حدیث میں اضافہ اور جس شئے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمایا ہو اس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا یقیناً وضع حدیث ہے جس پر سخت وعید وارد ہے۔ لہٰذا ایسی مجالس میں شرکت پسند نہیں کرتا جہاں اس قسم کی خلاف شرع بات ہو۔[1]

وضو اور نماز کی اصلاح:

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے منظر اسلام کے جملہ مدرسین و طلبہ کے متعلق حکم صادر فرمایا کہ "سب لوگ وضو مولانا امجد علی صاحب کے سامنے کریں اور پھر ان کی نگرانی میں دو رکعت نماز بالجہر ادا کریں۔ اور یہ حکم دیا تھا کہ ان کے وضو اور نماز کو اچھی طرح دیکھا جائے اور اس میں جو کچھ غلطیاں ہوں بتائی جائیں، جن لوگوں کی غلطیاں دیکھی جائیں ان کو موقع دیا جائے کہ کچھ دنوں مشق کرنے کے بعد پھر اپنے وضو اور نمازوں کا امتحان دیں، جس کے متعلق کہہ دیں کہ اس کا وضو اور نماز صحیح ہے، وہی شخص شہر کی کسی مسجد کی امامت کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔[2]

---

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 51

[2] محمد عطاء الرحمٰن قادری، صدر الشریعہ، منظر اسلام میں، مشمولہ معارفِ رضا، منظرِ اسلام نمبر ص 142

ردّ و مناظرہ

مدرسین و طلبہ نے اس حکم کی پابندی کی اور بفضلہ تعالیٰ اپنا وضو اور نمازیں لوگوں نے درست کیں۔ ایک مدرس صاحب کو یہ چیز ناپسند آئی اور انہوں نے کسی کے سامنے وضو اور نماز امتحان دینا باعثِ ذلت سمجھا۔ وہ مدرسہ کی ملازمت سے مستعفی ہو کر اپنے وطن چلے گئے۔ اور ویسے ہی رہ گئے اور جن لوگوں نے اس میں اپنی ذلت محسوس نہ کی وہ بفضلہ تعالیٰ وضو اور نماز کے ادا کرنے میں مسائلِ شرعیہ کی پوری پابندی کرتے ہیں۔[1]

---

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 48

مناظرۂ مراد آباد:

صفر 1329ھ میں مراد آباد سے ایک مناظرے کے سلسلے میں مولانا ظفر الدین[1] صاحب بُلائے گئے اور وہاں باہم یہ طے پایا کہ ہمارے آپ کے مناظرے سے کیا فائدہ؟ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ جو جماعتِ اہلِ سنت کے سردار ہیں اور مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو جماعتِ وہابیہ کے سرغنہ ہیں۔ ان دونوں میں اگر باہم مناظرہ ہو جائے تو مفید اور کار آمد ہوگا۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے اس کو قبول کر لیا۔ طرفین سے تحریریں ہوگئیں اور یہ بھی کہ اعلیٰ حضرت کی آمادگیٔ مناظرہ کی ایک تحریر مولوی اشرف علی صاحب کے پاس جس میں ان کے دستخط اور مہر ہوں، جائے، اسی طرح مولوی تھانوی صاحب اپنی دستخطی اور مہری تحریر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں روانہ کر دیں۔

چنانچہ 29 صفر کی تاریخ مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی جو حضرت شاہ بلاقی علیہ الرحمۃ کے عرس کا دن تھا۔ طے یہ ہوا کہ اسی صفر اور اسی مقام پر یہ مناظرہ ہو۔ جب مولانا ظفر الدین صاحب اس معاملہ کو طے کر کے بریلی آئے تو اعلیٰ حضرت قبلہ نے حسب الشرط اپنی مہری و دستخطی تحریر تھانوی صاحب کے نام بذریعہ رجسٹری روانہ کی اور غالباً تھانوی صاحب کے وہاں سے بھی ایک تحریر آئی مگر اس میں مہر نہ تھی اور دستخط معلوم نہیں انہیں کے تھے یا دوسرے کے۔

---

[1] علامہ محمد ظفر الدین رضوی، اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ تھے۔ دار العلوم منظر اسلام بریلی کے پہلے طالب علم ہونے کا اعزاز بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ حدیث، فقہ اور ہیئت میں آپ کا درس بڑی شہرت کا حامل تھا۔ فنِ حدیث میں آپ کی مہارت پر ''الجامع الرضوی'' شاہد عادل ہے۔ آپ کی مشہور تالیف ''حیاتِ اعلیٰ حضرت'' امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کی سیرت و سوانح کے موضوع پر بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔ 19 جمادی الاخریٰ 1382ھ / 18 نومبر 1962ء کو انتقال فرمایا۔ معروف دانشور ڈاکٹر مختار الدین آرزو آپ کے صاحبزادے ہیں۔ (ماخوذ از خلفائے اعلیٰ حضرت ملخصاً)

اب یہاں مناظرے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اکابر علماء اور مشائخ کو خطوط و تار روانہ کئے گئے کہ آپ حضرات بھی اس مناظرہ میں شرکت فرمائیں۔ چونکہ معاملہ بہت اہم تھا، حق و باطل کا بڑا زبردست مقابلہ تھا۔ بکثرت علمائے کرام بریلی تشریف لائے اور اعلیٰ حضرت کے ساتھ مراد آباد گئے۔ اعلیٰ حضرت کا آمادگیٔ مناظرہ ظاہر کرنا اور اس کے لئے پھر بنفسِ نفیس روانہ ہونا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہابیوں میں ہلچل مچ گئی اور قصرِ وہابیہ میں زلزلہ آ گیا۔

مخالفین کی مناظرہ سے بچنے کی کوشش:

مراد آباد کے اخبار وہابیہ نظام الملک نے اس کی پیش بندی شروع کی کہ کسی طرح جان وہابیت بچ جائے اور یہ حرکتِ مذبوحی دکھائی کہ پہلے اخبار میں لکھا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب مع علماء کی ایک کافی تعداد کے بغرضِ مناظرہ مراد آباد آ رہے ہیں، ان کے آنے سے بلوے اور فساد کا قوی احتمال ہے۔ گورنمنٹ کو اس کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور پولیس کو فساد روکنے کی حاجت ہے۔

جب یہ گاڑی مراد آباد پہنچی تو کئی ہزار کے مجمع نے اعلیٰ حضرت اور علمائے کرام کا استقبال کیا اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ قیام گاہ پر لایا گیا۔

وہابیہ نے حسب عادت مناظرہ بند کرنے کی کوشش کی۔ کوتوال وغیرہ کو بلایا۔ انہوں نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مناظرہ کیلئے تشریف [illegible] سے فساد ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اگر آپ کو مجمع عام میں مناظرے سے اندیشہ ہے تو یہ بھی ممکن ہے کہ ایک مکان میں میں اور وہ اور میری طرف سے اور انکی طرف سے دو دو آدمی جمع ہوں اور مکان کا دروازہ بند کر دیا جائے کہ کوئی اور نہ آ سکے، آپ بھی وہاں نگرانی کیلئے موجود ہوں۔ اس طرح طرفین میں مناظرہ ہو جائے، اس میں فساد کا کیا اندیشہ؟

مگر وہاں تو یہ طے تھا کہ کسی طرح سے جان بچ جائے اور مناظرہ کی آفت سر سے ٹلے۔ کوتوال وغیرہ نے یہ بھی کہا کہ ابھی تک وہ آئے ہی نہیں ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا اگر وہ نہیں آتے ہیں تو یہ ان کا فرار ہے کہ تاریخ ہی آج کی مقرر تھی، مناظرہ انہیں سے ہونا تھا۔

تھانوی صاحب مناظرہ کیلئے نہ آسکے:

غرض یہ کہ تھانوی صاحب تھان نہ چھوڑ سکے نہ آنا تھا، نہ آئے۔ شاہ بلاقی صاحب کے عرس کے موقع پر تمام علمائے کرام کے مجمع میں جہاں معلوم نہیں کتنے ہزار عوام کا اجتماع تھا۔ اعلیٰ حضرت قبلہ نے نہایت موثر، پُر مغز، اعلیٰ درجے کی تقریر فرمائی۔ چاروں طرف سے واہ واہ احسنت کی صدائیں آرہی تھیں۔ مسئلہ علم غیب پر بھی اس موقع پر وہ دلائل پیش کیے جن سے علماء کے کان نا آشنا تھے۔ بحمدہ تعالیٰ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا اور فتح و ظفر کے ساتھ گروہ اہل حق مراد آباد سے واپس ہوا۔[1]

اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد کا مسئلہ:

اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد معلوم نہیں کتنے دنوں سے اعلیٰ حضرت قبلہ کی مسجد میں ہوا کرتی تھی اور اس کے متعلق ایک مختصر فتویٰ بھی غالباً تحفۂ حنفیہ میں شائع ہو چکا تھا۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ پیلی بھیت تشریف لے گئے تھے۔ جمعہ کا دن آیا تو وہاں کے بعض لوگوں نے یہ چاہا کہ اذانِ جمعہ بیرونِ مسجد ہو جیسا کہ بریلی میں ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ اذان باہر ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے خطبہ اور نماز پڑھائی۔ جب وہاں سے واپس تشریف لائے تو بعض وہ لوگ جن کے عقائد اچھے نہ تھے یا جن پر نفسانیت غالب تھی اس پر چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ شدہ شدہ یہ خبر بریلی پہنچی۔ یہاں کے بعض لوگوں کے اصرار و استفسار پر ایک مفصل فتویٰ اس مسئلہ کے متعلق لکھا گیا جو اشتہار کی شکل میں

---

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، ص 40

شائع ہوا۔ پیلی بھیت کے وہ لوگ جن کے دل صاف نہ تھے اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے اور جگہ جگہ سے انہوں نے فتوے حاصل کرنا چاہے۔

وہابیوں نے بھی مخالفت میں فتاویٰ لکھے۔ علمائے رامپور اور علمائے بدایوں نے بھی تحریر کیے جن کے جوابات دیئے گئے۔ اب اس کے بارے میں طرفین سے متعدد رسالے شائع ہوئے۔ مخالفین باوجود اپنی تمام تر کوششوں کے ایک عبارت بھی کسی کتاب کی ایسی نہ پیش کر سکے جس میں صراحۃً اذان جمعہ کا اندرونِ مسجد ہونا مذکور ہو۔

جب کچھ ہاتھ نہ آیا تو بعض علمائے رامپور نے عبارتیں گڑھیں اور صلوٰۃ مسعودی کی طرف نسبت کی، مگر صلوٰۃ مسعودی دیکھنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ بالکل افتراء اور من گھڑت ہے۔ جملہ مخالفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر اس مروجہ اذان کو جو عموماً ہندوستان میں اندرونِ مسجد ہوتی ہے نہ حدیث سے ثابت کر سکے نہ فقہ کی کسی کتاب سے، حدیث میں نظر کی جاتی ہے تو اس اذان کا بیرونِ مسجد ہونا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ و حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ثابت ہے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت ثابت بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان زمانوں میں اذانِ خطبہ دروازۂ مسجد پر ہوا کرتی تھی اور فقہ کی طرف نظر کی جاتی ہے تو ''لایوذن فی المسجد ویکرہ الاذان فی المسجد وغیرہ'' ایسی عبارتیں ملتی ہیں جن سے اندرونِ مسجد مطلقاً اذان کی ممانعت و کراہت ثابت ہے۔ کسی کتاب میں بھی اذانِ جمعہ کو اس سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ لے دے کے مخالفین کے پاس کچھ ہے اور اسے دلیل کے نام سے پکارتے ہیں وہ لفظ ''عند المنبر و بین یدیہ'' ہے مگر یہ دونوں لفظ اپنے اطلاق شرعی و لغوی میں ایسے نہیں جس کا مدلول اندرون مسجد ہی میں منحصر ہو سکے۔ قرآن و احادیث وغیرہ سے ان کے اطلاقات کی وسعت پر رسائل میں

روشنی ڈالی گئی ہے۔

اگر اس مسئلہ پر لوگوں نے مخالفت نہ کی ہوتی کہ شاید جو ناواقفی سے کیا جا رہا ہے۔ اس کا کوئی ثبوت ہو مگر مخالفین کی پوری جدو جہد نے ثابت کر دیا کہ ان کے پاس دلیل کا نام بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں مخالفین کا عجز اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب علمائے بدایوں کے رد میں تعبیر خواب وغیرہ کے بعد کتاب "سد الفرار" تحریر کی گئی اور اس میں مفصل طور پر ان کا رد کیا گیا تو ان سے کچھ جواب نہ بنا بلکہ کچہری کا دروازہ کھٹکھٹایا اور توہین ازالہ حیثیتِ عرفی کا دعویٰ کیا۔ اس دعویٰ میں پانچ مدعا علیہ تھے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ، مولانا محمد رضا خان برادر خورد، مولانا حامد رضا خان خلفِ اکبر، شاہد علی خان صاحب خواہرزادہ اور راقم السطور۔ دعویٰ ایک ایسے مجسٹریٹ کے یہاں ان لوگوں نے کیا جس سے ان کے خاندانی تعلقات تھے اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ میں پوری کوشش ان لوگوں کی تذلیل میں صرف کروں گا اور ضرور یقینی طور پر اعلیٰ حضرت کو کچہری میں بلا کر کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا۔

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بُود:

جب یہ خبر اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچی ارشاد فرمایا کہ ان شاء اللہ وہ کچھ نہ کر سکیں گے اور مجھے کچہری میں جانا نہ پڑے گا۔

مقدمہ کے واقعات بہت تفصیل طلب ہیں۔ ان جلوائیوں نے ایذاء رسانی میں کوئی کمی نہ کی، یہاں تک کہ انہوں نے پانی بھی بند کر دیا کہ کوئی سقہ ان لوگوں کا پانی نہ بھرے اور شہر میں کوئی شخص ان کو رہنے کے لئے مکان نہ دے اگرچہ کتنا ہی زیادہ یہ لوگ کرایہ دیں مگر الحمد للہ ان کی ساری کوششیں ناکامیاب رہیں۔

پانی بھرنے کے لئے تاریخوں پر سقے جایا کرتے تھے اور جس زمانہ میں کہ مقدمہ کی پیہم تاریخیں ہونے لگیں اور وہاں مکان کی ضرورت پڑی تو مکانات بھی مل

گئے۔ مدتوں یہ مقدمہ چلا۔ دعویٰ سے ایک سال زائد پر اس کا فیصلہ ہوا۔ جس میں وہی ہوا جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

مقدمہ کے واقعات کو اعلیٰ حضرت کی کرامت سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے۔

اس مقدمہ کی پیروی کرنے اور کوشش کرنے کا کام صرف دو ہی شخصوں نے کیا ایک مولانا حامد رضا خاں[1] صاحب کہ اس سلسلہ میں انہیں بہت جگہ آنا جانا پڑا دوسرے یہ فقیر کہ مقدمہ کی معلومات بہم پہنچانا اور گواہوں کو مضامین بتانا، جرح وغیرہ کے مضامین سکھانا اس کا بڑا حصہ میں نے ہی انجام دیا۔[2]

---

[1] اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے بڑے صاحبزادے اور آپ کے جانشین مولانا حامد رضا خاں جلیل القدر عالم دین تھے۔ حجۃ الاسلام اور امام الاولیاء کے القاب سے مشہور ہوئے۔ عربی زبان و ادب پر بڑا عبور تھا۔ تفسیر و حدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔ حسن باطنی کے ساتھ ساتھ حسن ظاہری بھی بے مثال تھا۔ کئی غیر مسلم صرف آپ کا نورانی چہرہ دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی بازیابی کیلئے متعدد تحریکوں میں نمایاں حصہ لیا۔ 17 جمادی الاولیٰ 1362ھ / 24 مئی 1942ء کو حالتِ تشہد میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک بریلی میں مرجع خلائق ہے۔

(ماخوذ از تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس ملخصاً)

[2] عبد المنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 51-53

علالت کا آغاز:

اعلیٰ حضرت قبلہ کی صحت کمزور ہوتی گئی اور علالت بڑھتی گئی، تبدیلی آب و ہوا کے لئے بھوالی تشریف لے گئے اور وہیں قیام جاری رکھا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب تک سردی نہ آجائے گی اس وقت تک بریلی نہ جاؤں گا کیونکہ سردی سے قبل جانے میں یہاں اور وہاں کی آب و ہوا میں جو فرق ہوتا ہے اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ اسی اثناء میں دو مرتبہ میں زیارت کے لئے بھوالی حاضر ہوا۔ مگر چونکہ مدرسہ، پریس اور بریلی کے دیگر ضروری کام جو مجھ سے متعلق تھے جن کی وجہ سے وہاں زیادہ قیام نہیں کر سکتا تھا۔

بیماری میں روز بروز اضافہ:

اعلیٰ حضرت قبلہ کی علالت روز بروز بڑھتی گئی، بھوالی سے تشریف لائے تو کمزوری اتنی تھی کہ مسجد آدمی اور لاٹھی کے سہارے سے جو پہلے جایا کرتے تھے وہ بھی اب نہیں ہو سکتا تھا۔ کرسی میں ڈنڈے باندھ دیئے گئے اس پر بٹھا کر لوگ اُٹھا کر وہاں پہنچاتے کیونکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ مسجد ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ بیماری کی وجہ سے بھی مسجد جانا نہیں چھوڑا کرتے تھے۔ پچھلا جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ اب آئندہ جمعہ ملنے کی اُمید نہیں۔ اب مکان کے اندر ہی نماز ادا فرماتے۔ مگر باوجود کمزوری کے نماز کھڑے ہو کر ہی ادا کرتے تھے۔ لوگ پکڑ کا کھڑا کر دیا کرتے تھے پھر چھوڑ دیتے اور فرض نماز اپنے آپ قیام کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔ سنتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ شاید آخر میں دو چار نمازیں ہی ہوئی ہوں جن کو بیٹھ کر ادا کیا ہو۔

وصال:

اب جمعہ آیا یعنی 25 صفر 1340ھ آج مزاج کی کیفیت بہت بدلی ہوئی تھی۔ کمزوری بہت زیادہ تھی۔ کچھ ضروری وصیتیں کیے جا رہے تھے اور وہ لکھی جا رہی

وصالِ پُر ملال

تھیں۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ وصیت نامہ تحریر کرنے کا حکم دیا تھا بلکہ میں نے ہی وہ لکھا تھا۔ اس وصیت نامے میں اور آج کے وصیت نامے میں تحریر تھا کہ فلاں فلاں شخص مجھے غسل دیں، ان میں خصوصیت کے ساتھ میرا نام تھا کہ وہ غسل دیں اور فلاں فلاں مدد دیں۔ نمازِ جنازہ کی وہ دعائیں جو میرے فتوٰی میں تحریر ہیں اگر حامد رضا یاد کر لیں تو وہ پڑھائیں ورنہ مولانا امجد علی صاحب پڑھائیں۔

تصویروں سے مکان کا تخلیہ:

آخر وقت میں سورۂ رعد و سورۂ یٰسین شریف پڑھنے کا حکم دیا کہ کوئی شخص بلند آواز سے اسے پڑھیں۔ کارڈ اور لفافے جتنے بھی وہاں تھے سب کو ہٹوا دیا کہ ان میں تصویریں ہیں۔ یہاں ان کا رہنا ٹھیک نہیں۔ ڈھائی بج چکے تھے۔ جمعہ کی اذان ہو رہی تھی۔ مؤذن کی زبان سے حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح نکلتا ہے۔ اسی وقت روح نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم خدام اور متعلقین کا اس وقت جو حال تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ دنیا ہماری آنکھوں کے سامنے تاریک نظر آتی تھی، اب تک ہمیں ہر قسم کا اطمینان رہتا تھا، اہم سے اہم معاملات ہلکے معلوم ہوتے تھے۔ اب تک سارا بار اعلیٰ حضرت قبلہ کے ذمہ تھا اور حضور کی ذمہ داری میں ہم بھی کچھ خدمتِ دین کر لیا کرتے تھے۔ مگر اب کوئی ذمہ دار نہیں۔ اب جو کرنا ہوگا اپنی ذمہ داری پر کرنا ہوگا۔ صحت اور غلطی کے ہم خود ذمہ دار ہونگے۔ اب ہمیں پھونک پھونک کر قدم رکھنا ہے اور بہت احتیاط کے ساتھ سنبھل سنبھل کر چلنا ہے۔

عشاق کا ہجوم:

رامپور، مراد آباد، پیلی بھیت، شاہجہاں پور، دہلی اور میرٹھ وغیرہ قریب کے شہروں میں تار روانہ کیے گئے۔ جو خاص تعلق رکھنے والے تھے انہیں اطلاعیں دے دی

گئیں۔ بروز ہفتہ 26 جنوری[1] صبح کو نو دس بجے کے قریب غسل سے فراغت ہوئی۔

امام اہلِ سنت کا جنازہ:

یہ سوچا گیا کہ نمازِ جنازہ کہاں ادا کی جائے، شہر میں کوئی جگہ ایسی نظر نہ آئی جہاں پورے جنازہ پڑھنے والوں کے لئے گنجائش ہو۔ جنازہ عید گاہ لے جایا جانا تجویز ہوا۔ ہجوم کا یہ عالم تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بمشکل تمام شاید ایک یا دو دفعہ قریب جنازہ کندھا دینے پہنچ سکا۔ اور چند سیکنڈ کے لئے کندھا دے سکا۔ عید گاہ پہنچتے پہنچتے کافی دیر ہو گئی۔ ظہر کا وقت ہو گیا وہیں نمازِ ظہر و نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

تدفین:

پھر وہاں سے واپسی پر اتنی دیر ہو گئی کہ وقتِ عصر آ گیا۔ اس وقت علم و عمل کے آفتاب کو جس کا مثل اس کے عہد میں نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام روئے زمین پر آفتابِ دنیا نے نہ دیکھا تھا۔ جس کے علم کی نورانیت تمام جگہوں پر روشنی پہنچا رہی تھی اور دنیا والوں کو کفر و ضلالت سے بچا رہی تھی۔ آج اس آفتاب کو زمین کے اندر روپوش کیا گیا۔ دفن کے بعد حسبِ وصیت قبر مبارک پر ایک شخص بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتا رہا اور گھنٹہ گھنٹہ بھر بعد تبدیلیاں ہوتی رہیں، اس طرح تین شبانہ روز برابر قرآن خوانی کا سلسلہ رہا۔

اعلیٰ حضرت کی قبر مبارک جس مکان میں ہے پہلے اسی مکان میں مدتوں مطبع اہلِ سنت رہا اور خاص قبر کی جگہ میری نشست رہا کرتی تھی۔ وہیں بیٹھ کر میں پریس کے کام انجام دیا کرتا تھا، مگر چونکہ وہ مکان شکستہ ہو چکا تھا، کمرے اس وقت اتنے نہ تھے کہ مطبع و کتب خانے وغیرہ کیلئے کافی ہو سکتے، اس لئے پریس محلہ بہاری پورہ میں منتقل

---

[1] 26 جنوری کی تاریخ درست نہیں اعلیٰ حضرت قبلہ کا وصال 25 صفر 1340ھ / 28 اکتوبر 1921ء کو ہوا۔ دراصل حضرت صدر الشریعہ نے 26 صفر فرمایا ہوگا لیکن کاتب نے غلطی سے بجائے صفر کے جنوری لکھ دیا

کیا جا چکا تھا اور ایسے میں تقریباً دو تین برس سے بہاری پور ہی میں رہتا تھا۔

سوئم مسجد بی بی جی میں ہوا، اس کے بعد چہلم ہوا جس میں بہت دور دور سے علماء و مشائخ وصوفیاء حاضر ہوئے تھے۔ اس موقع پر مولانا حامد رضا خاں صاحب کی سجادہ نشینی ہوئی۔

اہلِ بصیرت کا احساس:

چہلم کے موقع پر جب مولانا سلیمان اشرف[1] صاحب علی گڑھ سے آئے تو فرمانے لگے کہ پہلے میں جب کبھی بریلی آتا تھا اور محلہ سوداگراں کی گلی میں گھستا تھا تو وہیں سے مجھے ایک ایسی کیفیت محسوس ہوتی تھی جس کا اثر قلب و دماغ پر ہوتا اور دل اس سے لطف اندوز ہوتا۔

آج جو اس گلی میں آیا ہوں تو وہ کیف نہیں پاتا ہوں۔ آج حالت ہی بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ خود ہم لوگوں کو آنے جانے میں اس قسم کا فرق محسوس ہوتا تھا۔ نمازوں میں جو کیفیت ہوا کرتی تھی وہ اب نہیں ہوتی۔ باوجودیکہ اعلیٰ حضرت نماز نہیں پڑھاتے تھے مگر چونکہ ان کی شرکت رہتی تھی اس وجہ سے وہ بہت پُر کیف ہوتی تھیں اور دور دور سے لوگ اس لئے جاتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔[2]

---

[1] مولانا سید سلیمان اشرف اور حضرت صدر الشریعہ دونوں علامہ ہدایت اللہ رامپوری کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مولانا سید سلیمان اشرف صاحب شعبہ اسلامیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے چیئرمین تھے۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد کو اعلیٰ حضرت کی خدمت میں لے کر یہی آئے تھے۔ جرجی زیدان نے عربی زبان پر کچھ اعتراضات کیے تو آپ نے عربی زبان کی فضیلت و برتری پر "المبین" نامی کتاب لکھی جس کی پروفیسر براؤن اور علامہ اقبال نے تحسین کی علاوہ ازیں الرشاد، الحج اور النور ایسی تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ (ضمیمہ فقہ اسلامی)

[2] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 104

صدر الشریعہ پر اعلیٰ حضرت کی

عنایات

اجازت وخلافت:

اٹھارہ ذی الحجہ 1333ھ کو بموقع عرس سراپا اقدس حضرت سیدنا آلِ رسول صاحب قدس سرہٗ العزیز بغیر کسی تحریر وطلب کے اعلیٰ حضرت نے جملہ سلاسل قادریہ قدیمہ وجدیدہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت تامہ وعامہ عطا فرمائی اور اپنا خلیفۂ مطلق کیا اور اپنا عمامہ سر اقدس سے اُتار کر میرے سر پر باندھا اور اپنی زبان پاک سے یہ الفاظ ادا فرمائے کہ ’’جملہ وظائف واذکار واعمال اور اپنی تمام مرویات حدیث وفقہ وجملہ علوم کی اور اپنی تمام تصانیف کی بلا استثناء میں اجازت تامہ وعامہ دیتا ہوں‘‘۔

اعلیٰ حضرت کا یہ کرم خاص تھا جو مجھ ایسے ناچیز پر فرمایا اگرچہ میں جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں کہ میں اس کے قابل نہیں۔ اور اس عہدۂ جلیلہ کی ذمہ داری کے لائق نہیں۔ مگر جب انہوں نے اپنے کرم خاص سے اس فقیر کو نوازا اور سرفراز فرمایا تو اس کی ساری ذمہ داری انہیں کے سر ہے۔ میں اب بھی جانتا ہوں کہ اس سلسلے میں جو کچھ کرتا ہوں اور کسی کو بھی اس سلسلہ میں داخل کرتا ہوں تو یہی سمجھ کر داخل کرتا ہوں کہ میں اسے اعلیٰ حضرت ومشائخ کے حوالہ کرتا ہوں اور اس کی ساری فلاح وبہبود کی انہیں سے درخواست کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت کے مزاج میں دخل:

اعلیٰ حضرت کے بہت سے خلفاء وہ ہیں جن کو محض میری تحریک پر خلافت عطا فرمائی، نہیں بلکہ بعض وہ بھی ہیں جن کو خلافت دینا نہیں چاہتے تھے مگر میرے کہنے اور اصرار کرنے پر ان کو خلافت دے دی۔[1]

سراپا دعا:

خلافت کمیٹی کے عروج کا زمانہ تھا، کوئی شخص خلافت کمیٹی کے

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 49

خلاف ایک حرف کہنے کی جرأت نہیں رکھتا تھا۔ اس دور میں جبکہ اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ العزیز نے ان خلافتیوں کی گمراہیوں کا پردہ چاک کیا اور دنیا کے سامنے ان کی ضلالتیں پیش فرمادیں، تو ایک مرتبہ بمقام کتب خانہ بریلی، خلافت کمیٹی کا ایک بہت بڑا جلسہ منعقد ہوا، جس میں یہ بھی اعلان تھا کہ مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی آئیں گے اور تقریر کریں گے اور یہ معلوم تھا کہ وہ ایک دریدہ دھن منہ پھٹ آدمی ہے، ضرور بالضرور اعلیٰ حضرت قبلہ کی شان میں کچھ نہ کچھ گستاخی کرے گا۔

یہ اطلاع پاکر بالکل تن تنہا ان مخالفین کے بھرے ہوئے جلسے میں پہنچ گیا، مگر راستے میں جن لوگوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں جاتے ہیں؟ ان سے بتا دیا کہ مخالفین کے جلسے میں جا رہا ہوں۔ یہ خبر بجلی کی طرح پہنچ گئی اور خود میرے جلسے میں پہنچنے کے چند منٹ بعد دیکھتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت کے معتقدین کی ایک بڑی تعداد کئی سو آدمیوں کی، میری حمایت کے لئے موجود ہے کہ اگر خدانخواستہ کسی مخالف نے کوئی بے جاباتیں کی تو اسے دندان شکن جواب دیا جائے گا۔

جلسہ میں پہنچنے کے بعد عوام کے بیٹھنے کی جگہ پر میں بیٹھ گیا۔ مولوی عبدالودود ناظم جلسہ، انہوں نے خود دیکھا یا انہیں کسی نے کہا۔ فوراً تخت (اسٹیج) سے اتر کر آئے اور مجبور کر کے تخت پر لے گئے۔ پھر انہوں نے یہ بھی اصرار کیا کہ آپ بھی کچھ تقریر کریں۔ جواب دیا میں تقریر کرنے نہیں آیا بلکہ سننے آیا ہوں۔ سننے کے بعد اگر ضرورت پڑے گی اس وقت دیکھا جائے گا۔

جلسے میں میرے پہنچ جانے کی اطلاع دربھنگی صاحب کو پہنچ گئی۔ پھر ان میں کہاں اتنی جرأت کہ وہ جلسہ میں شریک ہوتے؟ بانیان جلسہ سے کوئی عذر کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اس وقت جلسہ میں شریک نہیں ہوسکتا۔

جلسے میں میرے جانے کی اطلاع کسی نے اعلیٰ حضرت کو دے دی۔ نہایت درجہ پریشان تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مخالفین کا جلسہ ہے کوئی حملہ کر دے یا اور کسی قسم کی

اذیت پہنچائے۔ خبر پا کر اعلیٰ حضرت مکان کے اندر تشریف نہیں لے گئے بلکہ اس وقت سے جب تک میں جلسہ سے واپس نہ آلیا۔ برابر مسجد میں ٹھہرے رہے اور میری فتح و نصرت اور حفظ و امن کے لئے دعا کرتے رہے، حقیقت یہ ہے کہ ان کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ یہ فقیر جہاں جاتا ہے کامیاب ہوتا ہے اور کبھی آج تک ذلیل و شرمندہ نہیں ہونا پڑا۔[1]

سفرِ حج سے واپسی پر استقبال:

جنکشن اسٹیشن پر استقبال کرنے والوں کا کافی مجمع تھا، انہوں نے مجھے وہاں اترنے سے روک دیا کہ (اسٹیشن) اترنا ہوگا۔ وہاں بہت سے لوگ استقبال کے لئے آئے ہوئے ہیں اور خود اعلیٰ حضرت قبلہ سٹی پر تشریف فرما ہیں۔ گاڑی سٹی پر آئی اعلیٰ حضرت قبلہ سے نیاز حاصل کیا اور قدم بوسی کی۔ خود اعلیٰ حضرت قبلہ جس انداز سے پیش آئے میں اُسے بیان نہیں کرسکتا۔

استقبال کرنے والوں کی جماعت مجھے اعلیٰ حضرت کے دولت خانے پر لے آئی۔ سارے مجمع کو کھجوریں تقسیم کیں اور زمزم شریف پلایا۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مزاج ناساز تھا، کمزوری بہت بڑھ گئی تھی باوجود اس کے اسٹیشن تشریف لے جانے کی زحمت گوارا فرمائی۔[2]

بعد وصال نظرِ کرم:

اعلیٰ حضرت کی وفات کے چند روز بعد خواب میں دیکھا، تقریباً دس بجے دن کا وقت ہوگا، زنانے مکان سے کچھ کاغذ ہاتھ میں لیے ہوئے برآمد ہوئے اور جس پلنگ پر باہر تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ اس کے قریب حسب دستور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔ ایک کرسی پر میں بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اپنے پلنگ کے پاس تشریف لا کر وہ تمام

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 71 - 72

[2] ایضاً ص 100

کاغذات میرے حوالے کیے، اس وقت میری زبان سے نکلا کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے، آپ کیسے تشریف لائے؟ فرمایا ہم اسی طرح آیا کریں گے، خواب سے بیدار ہونے کے بعد میں نے یہ تصور کیا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح میرے زمانۂ حیات میں تم یہ سب کام انجام دیا کرتے تھے اب بھی یہ چیزیں تمہارے سپرد کی جاتی ہیں۔ لوگوں کی تحریر کا جواب دینا تمہارے ہی متعلق کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد بلا تکلف اس خدمت افتاء وغیرہ کو انجام دیتا رہا اور سمجھ لیا کہ جس طرح اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات میں اس کام کو تفویض فرمایا تھا اب بھی اسی کام کو مجھ سے لینا چاہتے ہیں اور جو کچھ دشواریاں ہونگی اس میں وہ خود مددگار ہوں گے۔ چنانچہ کبھی باوجود اپنی کم بضاعتی کے اس معاملہ میں دشواری پیش نہ آئی۔ فللہ الحمد۔[1]

چند مزید عنایات

حضرت صدر الشریعہ نے شاید اپنی عاجزی اور انکساری کی وجہ سے عنایات کے بیان میں اختصار فرمایا یہاں چند مزید عنایات موضوع کی مناسبت سے راقم الحروف تحریر کر رہا ہے۔

صدر الشریعہ کا لقب.

حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے جملہ علوم وفنون میں مہارت تامہ عطا فرمائی تھی لیکن انہیں تفسیر، حدیث اور فقہ سے خصوصی لگاؤ تھا۔ فقہی جزئیات ہمیشہ نوک زبان پر رہتی تھیں۔ اسی بناء پر دور حاضر کے مجدد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے آپ کو صدر الشریعہ[2] کا لقب عطا فرمایا تھا۔ علاوہ ازیں موقع

[1] عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیات صدر الشریعہ ص 46

[2] صدر الشریعہ: مولانا عبدالحی لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں صدر الشریعہ کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "صدر کے معنی زیادہ بزرگی والا اور افضل کے آتے ہیں اور صدر القوم قوم کے بزرگ ترین اور افضل شخص کو کہا جاتا ہے تو اب صدر الشریعہ کا مطلب یہ ہوا کہ شریعت کے جاننے والوں اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں میں سب سے زیادہ بزرگ شخص۔

بموقع اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، صدر الشریعہ کے کمال فقاہت کو ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک موقع پر ارشاد فرمایا۔

''آپ کے یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے
وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا''۔[1]

ایک اور موقع پر فرمایا۔

امجد علی کو درسِ نظامی کے تمام فنون میں کافی دسترس حاصل ہے اور فقہ میں تو ان کا پایہ بہت ہی بلند ہے۔[2]

تلامذہ اور خلفاء کا ذکر کرتے ہوئے نہایت محبت بھرے انداز میں فرمایا:

میرا امجد مجد کا پکا   اس سے بہت کچھاتے یہ ہیں[3]

صدر الشریعہ پسند آ گئے ہیں:

حضرت صدر الشریعہ کے صاحبزادے مولانا بہاء المصطفیٰ قادری لکھتے ہیں:۔

''مولانا نور الحسن و مولانا ظہور الحسن/ الحق (غالبًا یہی نام ہیں) یہ دونوں حضرات علم معقولات میں اپنے کو منفرد سمجھتے تھے، اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ آپ ہمارا اور صدر الشریعہ کا امتحان لے لیں جو کامیاب ہو اس کو دار العلوم منظرِ اسلام کا صدر المدرسین بنا دیں۔ صدر الشریعہ اس وقت دار العلوم منظرِ اسلام کے صدر المدرسین تھے۔ اس پر اعلیٰ حضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ میں نے سب کا امتحان لیا ہے مگر میرے دل کو مولوی امجد علی بھا گئے ہیں۔[4]

---

[1] محمد مصطفیٰ رضا، مولانا، مفتی اعظم، الملفوظ، ص 76

[2] محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرت صدر الشریعہ ص 296

[3] احمد رضا خان، امام، اعلیٰ حضرت، الاستمداد علی اجیال الارتداد، ص 79

[4] بہاء المصطفیٰ قادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ حیات وخدمات ص 110

بہارِ شریعت کی تصدیق و دعا:

حضرت صدر الشریعہ کی عظیم و ضخیم کتاب بہارِ شریعت کے دوسرے حصے کی تقریظ میں اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ ''فقیر غفرلہ المولی القدیر نے مسائل طہارت میں یہ مبارک رسالہ بہارِ شریعت تصنیف لطیف اخی فی اللہ ذی المجد والجاہ والطبع السلیم والفکر القویم والفضل والعلیٰ مولانا ابو العلیٰ مولوی حکیم محمد امجد علی قادری برکاتی اعظمی بالمذہب والمشرب والسکنیٰ رزقہ اللہ تعالیٰ فی الدارین الحسنٰی مطالعہ کیا، الحمد للہ مسائل صحیحہ، رجیحہ، محققہ منقحہ پر مشتمل پایا۔ آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں اور گمراہی و اغلاط کے مصنوع و ملمع زیوروں کی طرف آنکھ نہ اٹھائیں۔ مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر وعمل وفیض میں برکت دے اور عقائد سے ضروری فروع تک ہر باب میں اس کتاب کے اور حصص کافی وشافی ووافی وصافی تالیف کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں اہل سنت میں شائع ومعمول اور دنیا و آخرت میں نافع ومقبول فرمائے۔ آمین[1]

ضعف کا احساس جاتا رہا:

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ''حضرت صدر الشریعہ نے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور ''وید'' کے غیر الہامی ہونے کے ثبوت میں بریلی شریف شہر کہنہ، محلہ سیلانی کے چوک میں تقریر فرمائی تھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ وہاں تشریف فرما تھے اس تقریر کو سن کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے صدر الشریعہ کو

---

[1] محمد امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہارِ شریعت حصہ دوم ص 60

مرقدِ صدر شریعت اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان کی مندرجہ بالا جامعیت اور فصاحت و بلاغت سے لبریز تقریظ مبارکہ کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ، امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ہیں اور غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے مشرب میں داخل ہیں اور اعظم گڑھ سکونت رکھتے ہیں۔ سبحان اللہ۔ (پاسبان الٰہ آباد، امام احمد رضا نمبر)

سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا۔

''مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کے ضعف و ناتوانی کا احساس جاتا رہا''۔

حضرت صدر الشریعہ نے یہ تقریر اپنے سادے الفاظ میں فرمائی تھی۔ حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ اس تقریر کی لذت مجھے اب تک یاد ہے۔[1]

قاضیٔ شرع:

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے عہد میں برصغیر پاک و ہند انگریزوں کے قبضہ میں تھا۔ آپ انگریزوں کی کورٹ میں جانا پسند نہیں کرتے تھے اور یہ خواہش رکھتے تھے کہ مسلمان آپس کے جھگڑے کورٹ میں جائے بغیر ہی علمائے کرام کی خدمت میں حاضر ہو کر حل کروالیں۔ اس مقصد کے لئے آپ نے شرعی عدالت قائم فرمائی اور اس کا قاضیٔ شرع چیف جسٹس حضرت صدر الشریعہ کو مقرر فرمایا۔ اگرچہ حضرت صدر الشریعہ کے حوالے سے یہ واقعہ اختصار کے ساتھ ص 44 پر بیان ہو چکا ہے لیکن یہاں قندِ مکرر کے طور پر ذرا تفصیل سے حضرت مفتی برہان الحق جبل پوری کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔

''ایک دن صبح قریباً نو بجے اعلیٰ حضرت مکان سے باہر تشریف لائے تخت پر ایک قالین بچھانے کا حکم فرمایا، ہم سب حیرت زدہ تھے کہ حضور یہ اہتمام کس لئے فرما رہے ہیں۔ پھر حضور امام اہل سنت ایک کرسی پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمۃ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''میں آج بریلی میں دار القضا شرعی کا قیام کی بنیاد رکھتا ہوں'' اور انہیں اپنی طرف بلا کر ان کا داہنا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر قالین پر انہیں بٹھا کر فرمایا

[1] شریف الحق امجدی، مفتی، ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر ص 47

''میں آپ کو ہندوستان کے لئے قاضیٔ شرع مقرر کرتا ہوں''۔ مسلمانوں کے درمیان اگر ایسے مسائل پیدا ہوں جن کا شرعی فیصلہ قاضی شرع ہی کر سکتا ہے وہ قاضیٔ شرع کا اختیار آپ کے ذمہ ہے''۔ پھر دعا پڑھ کر کچھ کلمات فرمائے جن کا اقرار حضرت صدر الشریعہ نے کیا۔ اس کے بعد حضور نے اس خادم بُرہان کو بلایا اور اپنے دست مبارک میں میرا داہنا ہاتھ لے کر اس مسند پر حضرت صدر الشریعہ کے متصل بٹھا کر مجھ سے فرمایا ''میں نے تمہارے فتوے دیکھے، افتاء کے لئے تمہارے دماغ کو بہت مستعد پایا میں تمہیں مسند افتاء پر بٹھا کر دار القضا شرعی کے لئے مفتی مقرر کرتا ہوں''۔ اس کے بعد حضرت مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے ہاتھ کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر میرے پہلو میں بٹھایا اور یہی کلمات جو مجھ سے فرمائے تھے۔ ان سے فرما کر پھر ہم دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ''دار القضا شرعی کے لئے قاضیٔ شرع مولانا امجد علی کو اور آپ دونوں کو ان کی اعانت اور فتویٰ دینے کی اجازت دیتا ہوں۔ آج سے تم دونوں ہندوستان کے دار القضا شرعی، مرکز بریلی میں مفتیٔ شرع کی حیثیت سے مقرر کیے جاتے ہو۔ ہم دونوں سے کچھ کلمات فرمائے اور ہم دونوں نے اس سعادت عظیم پر سر نیاز خم کیا اور اُٹھ کر ہم نے اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کی، اعلیٰ حضرت نے دستِ مبارک اُٹھا کر بہت دیر تک دعا فرمائی۔

حضرت صدر الشریعہ نے دوسرے دن ہی قاضیٔ شرع کی حیثیت سے پہلی نشست کی اور وراثت کے ایک معاملے کا فیصلہ فرمایا۔[1]

شرع کا قاضی امام العصر نے تجھ کو کیا
تیری ہے یہ شان و عظمت حضرت امجد علی
نوری و برہان ہوئے تیرے مشیرانِ قضا
زیب کرسیٔ عدالت حضرت امجد علی

[1] بدر القادری، مولانا، حضور صدر الشریعہ حیات و خدمات ص 50-51

حرفِ اختتام

اُن کا سایہ اک تجلی اُن کے نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے اُدھر ہی روشنی ہوتی گئی

بزرگانِ دین، اولیائے عظام، علمائے کرام کی حیاتِ طیبہ سے نئی نسل کو آگاہ کرنا بے حد ضروری ہے۔ آج کا نوجوان اپنا آئیڈیل غیروں کو سمجھتا ہے اسے یہ سمجھانا ہوگا کہ وہ غیروں کے پتھروں کو ہیرے سمجھنا چھوڑ دے۔ یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف کی کوشش اپنے بزرگوں کی دعاؤں سے ہمیشہ یہی رہی ہے کہ ان اللہ والوں کے تذکرے ترتیب دے کر سامنے لاتا رہوں۔

زیرِ نظر تذکرہ اسی کوشش کی ایک کڑی ہے۔ یقیناً اس میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ ان بزرگوں کی برکت سے ہے اور اگر کوئی خامی ہے تو میری وجہ سے ہے۔

میں کہ میری نوا میں ہے آتشِ رفتہ کا سُراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

مولائے کریم بطفیل نبیٔ عظیم علیہ التحیۃ والتسلیم ان پاکباز اکابرینِ اہلِ سنت کی پیروی کرتے ہوئے خدمتِ دین وملت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین فصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی
جمادی الاخریٰ 1424ھ

کتابیات

احمد رضا خاں، امام، اعلیٰ حضرت، الاستمداد علیٰ اجیال الارتداد، نوری کتب خانہ، لاہور

امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہارِ شریعت، جلد اول، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995

امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، بہارِ شریعت، جلد دوم، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور 1995

امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ، جلد اول مکتبہ رضویہ، کراچی، طبع دوم 1998ء

امجد علی اعظمی، مولانا، صدر الشریعہ، فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم مکتبہ رضویہ کراچی طبع دوم 1997ء

عبدالاول جونپوری، مولانا، فقہ اسلامی فرید بک سٹال، لاہور 1421ھ/2000ء

عبدالمنان اعظمی، مفتی، حیاتِ صدر الشریعہ، رضا اکیڈمی، لاہور 1422ھ/2001ء

غلام معین الدین نعیمی، سید مولانا، حیاتِ صدر الافاضل، فرید بک سٹال لاہور 1421ھ/2000ء

ایشان المصطفیٰ قادری، حضور صدر الشریعہ، حیات وخدمات، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی انڈیا

مبارک حسین مصباحی، مولانا ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، مبارک پور، انڈیا 1995ء

محمد جلال الدین قادری، مولانا تاریخ آل انڈیا سنی کانفرنس، سعید برادران، کھاریاں 1999ء

محمد عطاء الرحمٰن قادری، سیرتِ صدر الشریعہ، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور 1422ھ/2003ء

محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر خلفائے اعلیٰ حضرت رضا اکیڈمی، لاہور 1419ھ/1998

محمد مسعود احمد، پروفیسر، ڈاکٹر، امام احمد رضا اور دار العلوم منظر اسلام، ادارہ مظہر اسلام لاہور 2002ء

محمد مصطفیٰ رضا، مولانا، مفتیٔ اعظم، الملفوظ، رضوی کتب خانہ، بریلی

مشتاق احمد نظامی، علامہ، پاسبان الہ آباد، امام احمد رضا نمبر رضا اکیڈمی لاہور طبع دوم 2001ء

وجاہت رسول قادری، سید معارفِ رضا منظر اسلام نمبر، ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی 2001ء

قطعہ تاریخ طباعت

''تذکرۂ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدر شریعت''

نتیجۂ فکر: محبِ اعلیٰ حضرت جناب طارق سلطانپوری

سالِ اشاعت ۱۴۲۴ھ / 2003ء

''محبت انگیز اظہارِ حقائق''

۱۴۲۴ھ

امام احمد رضا خاں کے فضائل   بیاں کرتے رہے صدر الشریعت
جہاں پہنچے جہاں ٹھہرے وہ ذی جاہ   سنائی اعلیٰ حضرت کی حکایت
خلیفہ بھی تھے وہ شاگرد بھی تھے   انہیں حاصل تھی دو گونہ سعادت
نہایت مہرباں ان پر رہے ہیں   امامِ اہلِ سنت و الجماعت
اہم تر ان کو سونپی ذمہ داری   تھی اعلیٰ ان کی ایسی قابلیت
کہا امجد علی صاحب نے جو کچھ   وہ ہے لاریب اظہارِ حقیقت
انہی احوال کی ہے آئینہ دار   ''عطا'' کی یہ کتاب خوبصورت
بحمد اللہ کہ تذکارِ رضا سے   عطا اس کو ہوئی ہے خاص رغبت
سعید ابنِ ازل کا ہے یہ حصہ   عبادِ خاص پاتے ہیں یہ نعمت
سرا ہیں گے کتابِ حق نما کو   محبانِ امامِ دین و ملت
اسے چاہیں گے جو رکھتے ہیں دل میں   خدا کے نیک بندوں سے محبت

''عطا'' سے اس کی تاریخ طباعت
۸۰
کہی ہے ''مجدد و شانِ اعلیٰ حضرت''

۱۴۲۳+۸۰ = ۲۰۰۳ء

سیرتِ صدر الشریعہ پر مفتیٔ اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کا عالمانہ تبصرہ

عزیزم حافظ عطاء الرحمٰن قادری، ایم-اے، نے حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی و تعلیمی خدمات کے عنوان پر پنجاب یونیورسٹی شعبہ ایجوکیشن سے مقالہ منظور کرایا اور ایم-اے کی ڈگری کے لئے اس موضوع پر تحقیق سے کام لے کر مقالہ مرتب فرمایا۔

عزیزی حافظ عطاء الرحمٰن کی محنت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تذکرہ نویسی میں یہ پہلی کوشش ہونے کے باوجود انہوں نے کتاب کی تدوین و ترتیب میں اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہے۔

شریعت و طریقت اور تدریس کے فیاض حضرت صدر الشریعہ کی شخصیت پر تعارفی مضامین، مقالات اور بعض کتب پہلے مرتب اور شائع ہو چکی ہیں بے شک ان کو افضل المتقدم کا مقام حاصل ہے مگر جامعیت اور حسن ترتیب کے اعتبار دے ''سیرتِ صدر الشریعہ'' میری نظر میں پسندیدہ ہے کیونکہ اس میں سیرت کے پہلوؤں کا تعین 13 ابواب میں کر دیا گیا ہے۔ جن میں آئندہ حاصل ہونے والے مواد کے ذریعے اضافہ ہوتا رہے گا۔

حافظ صاحب ہم سب اہل سنت کی طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہ صرف صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے متعلق معلومات میں اضافہ پیش فرمایا بلکہ بین الاقوامی معروف علمی مرکز پنجاب یونیورسٹی کے علمی ذخیرہ میں نئے باب کا اضافہ کرتے ہوئے ایک علمی شخصیت کی طرف محققین کو متوجہ کیا۔

عزیزم حافظ عطاء الرحمٰن صاحب کے لئے دعا ہے اور ان سے گذارش بھی ہے کہ وہ علم و عرفان کے محسن حضرات کو متعارف کرانے میں اپنی مساعی جمیلہ کو جاری رکھیں اور اس خدمت پر اجر و ثواب پائیں۔

محمد عبد القیوم ہزاروی

28 رمضان المبارک 1423ھ

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مصنف بہارِ شریعت
حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی کی تحقیقی، علمی، مستند اور جامع سوانح

بعنوان

سیرت صدر الشریعہ

از قلم حقیقت رقم
حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری
ایم اے

مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاہور، پاکستان

اتحاد بین المسلمین اور اس کے تقاضے؟

دعوتِ فکر

تحریر
محمد منشا تابش قصوری

مکتبہ اعلیٰ حضرت
لاہور
پاکستان

اصلاحِ فکر و اعتقاد کیلئے بہترین کُتب

زلزلہ مع تبلیغی جماعت

تخریج حوالہ جات کے ساتھ

ارشد القادری



الناشر
مکتبہ اعلیٰ حضرت ۰ لاہور پاکستان

موسیٰ و فرعون، شبیر و یزید
ایں دو قوت از حیات آمد پدید

مناظرہ

اہلِ حسین رضی اللہ عنہ و اہلِ یزید لعنۃ اللہ علیہ

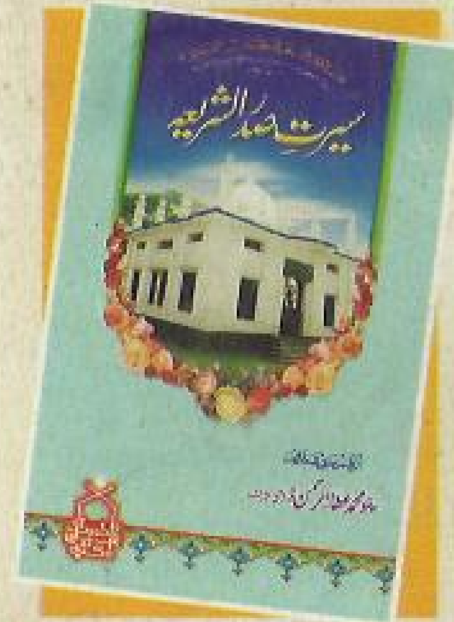
مؤلفہ

محمد اشرف مراوی فاروق آبادی



مکتبہ لاثانیہ نقشبندیہ فاروق آباد ضلع شیخوپورہ

سیرتِ صدر الشریعہ اکابرینِ اہلِ سنت کی



- مفتی اعظم پاکستان علامہ **مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی** مدظلہ

جامعیت اور حسن ترتیب کے اعتبار سے "**سیرت صدر الشریعہ**"
میری نظر میں پسندیدہ ہے

- حضرت مولانا الحاج **ابو داؤد محمد صادق** قادری مدظلہ

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس عظیم خدمت کو قبول فرمائے

- محسن اہل سنت علامہ **عبد الحکیم شرف** قادری برکاتی مدظلہ

تحقیق اور مقالہ نویسی کا حق ادا کر دیا

- **ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد** مدظلہ

یہ اکابر اہل سنت کی عظیم سوانح کا حسین گلدستہ ہے